* ڈاکٹر بشیر مہدی

حضرت میاں محمد بخش صاحب کے آثار و افکار پر ایک نظر

Abstract:

Mian Muhammad Bakhash is considered to be the last classical Sufi poet of Punjabi. Much institutional and other research work has been done on him, and many critics and intellectuals have written about his vision and thought. Obviously there would be discussion and differences when a lot of research is being done on such a significant personality. In this article, the author has explained his each and every point of view on Mian Muhammad Bakhash's life, thoughts and texts. He has also evaluated the research work previously done in this regard. Also, he has discussed Mian Muhammad Bakhsh's popular classical texts of "Saif ul Malook" in detail.

Keywords: *Mian Muhammad Bakhash, Classical Sufi Poet, Significant Personality, Explained, Popular, Saif ul Malook*

پنجابی زبان و ادب کے طوطیٔ شکر مقال، فرزندِ وادیٔ کشمیر نامور صوفی حضرت میاں محمد بخش صاحب 19 ربیع الاول 1247 ہجری مطابق 28 اگست 1831 عیسوی بروز اتوار علاقہ کھڑی، ضلع میر پور آزاد کشمیر میں پیدا ہوئے۔ (1) حضرت موصوف نے اس کی نشاندہی اپنی تالیفات میں فرمائی ہے۔ (2) لیکن تذکرہ نگاروں نے آپ کی زندگی، نسب اور خاندانی حالات کے بارے میں بے شمار مقامات پر ٹھوکر کھائی ہے۔ پروفیسر اختر امان جعفری کا خیال ہے کہ آپ گوجروں کی مشہور گوت پسوال سے تعلق رکھتے تھے اور اس گوت کا سلسلہ نسب حضرت دحیہ کلبیؓ سے ملتا ہے، ثانیاً یہ کہ آپ خواجہ دین محمد صاحب کے پڑپوتے تھے۔ (3) جبکہ حضرت میاں صاحب کے شاگرد رشید اور پہلے سوانح نگار ملک محمد ٹھیکیدار (متوفی 28 مئی 1923ء) نے آپ کے اجداد کو حضرت فاروق اعظمؓ کی اولاد قرار دیا ہے۔ (4) اور زمانہ حال کے کئی دانشوروں نے اسی قول کو برقرار رکھا۔ (5)

''تدوینِ نو'' کے خالق سبط الحسن نے تو حد کر دی۔ انہوں نے ایک طرف تو یہ لکھا کہ ملک محمد جہلمی کو حضرت میاں صاحب سے جو گہرا قرب حاصل تھا، اس بنا پر اُن کی بعض باتوں پر بلا تامل صاد کر دینا چاہیے تھا جبکہ دوسری جانب اپنے نسلی تفاخر کو بھی چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور فرماتے ہیں کہ:

> ''ملک محمد جہلمی نے میاں صاحب مرحوم کو فاروقی الاصل بنانے میں اپنا رانجھا تو راضی کر لیا، لیکن میاں صاحب کے بارے میں کام کرنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا اور خود میاں صاحب مرحوم کی روح کو بھی اپنے نسب کی تبدیلی سے خوشی نہیں ہوئی ہوگی۔''(6)

حضرت میاں صاحب کو 'پسوال گجر' قرار دیتے ہوئے اس کی شہادت ایک خط کو قرار دیتے ہیں جو میاں سکندر صاحب نے انہیں لکھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ ''میاں صاحب کے بزرگ اور جد امجد حضرت میاں دین محمد قدس سرہ موضع بہرام ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں حضرت پیرے شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار نے نظر کرم پڑتے ہی اپنا مرید و جانشین بنا لیا۔'' اسی طرح سبط الحسن نے ایک لمبی اور طولانی بحث کے بعد 1860ء کے محکمہ مال میں موجود موضع بڑل کے مالکان کے شجرہ نسب پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت پیر شاہ غازی کا نسبی تعلق موہنیال قبیلہ سے جوڑتے ہوئے آپ کو استاد درونا چارج کی اولاد قرار دے دیا جو کوروؤں اور پانڈوؤں کا مذہبی رہنما تھا۔(7)

سبط الحسن ضیغم کی مذکورہ بالا تحقیق خدا جانے کیونکر حضرت میاں صاحب کے عشاق اور قلندر صاحب کے مقتدین سے چھپی رہی۔ اگر حضرت میاں صاحب فاروقی الاصل نہیں تو آپ کا نسبی تعلق پسوال گجروں سے جوڑنا بھی اتنا ہی دشوار ہے۔ حضرت میاں صاحب نے اپنی کسی تصنیف میں اپنے خاندان کے بارے اپنی معلومات میں ایسا ذکر نہیں کیا۔ اپنی بے مثل کتاب ''تذکرہ مقیمی'' میں جو کچھ آپ نے لکھا وہ کہیں اور دستیاب نہیں۔ اس میں بھی آپ نے کہیں ایسی نشان دہی نہیں کی۔ جہاں تک حضرت خواجہ دین محمد صاحب کا تعلق ہے تو آپ حضرت پیر شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار کے روحانی بیٹے تھے۔ آپ تارک الدنیا فقیر تھے، ساری عمر تجرد کی حالت میں گزار دی۔ البتہ حضرت میاں محمد بخش صاحب کا سلسلۂ نسب حضرت خواجہ دین محمد صاحب کے برادر حقیقی، حضرت میاں شہباز صاحب سے ضرور ملتا ہے۔ جن کے آپ پڑپوتے تھے۔ میاں شہباز صاحب المعروف میاں ڈھیرو کے فرزند اکبر میاں جیون صاحب کے چار بیٹے، میاں کریم بخش المعروف میاں کملا، میاں قادر بخش، میاں الٰہی بخش (بوڑا جنگل) اور میاں شمس الدین صاحب تھے۔ میاں کرم بخش صاحب لاولد تھے۔ میاں قادر بخش صاحب کے فرزند اکبر میاں صوبہ صاحب کا نکاح حضرت میاں محمد بخش صاحب کی ہمشیرہ محترمہ سے ہوا۔ جو آپ سے عمر میں بڑی تھیں اور جن کا ذکر ''سیف الملوک'' میں آپ نے اپنی تاریخ پیدائش کے ضمن میں کیا ہے۔ میاں الٰہی بخش صاحب کے دو فرزند میاں علم دین صاحب اور میاں مہندا صاحب تھے۔ میاں شمس

الدین صاحب سے میاں بہاول بخش صاحب، میاں محمد بخش صاحب اور میاں علی بخش صاحب تھے۔خود میاں محمد بخش صاحب 'سیف الملوک' تارک الدنیا فقیر تھے اور ساری عمر شادی نہیں کی۔ جبکہ حضرت بہاول بخش صاحب اور حضرت میاں علی بخش صاحب سے نسل جاری ہے۔ سبط الحسن نے جو شجرہ طریقت اپنی ''تدوینِ نو'' میں دیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت میاں دین محمد، میاں محمد صاحب کے والد میاں شمس الدین کے دادا بھی تھے۔اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ [8]

حضرت میاں صاحب نے اپنے پیرو مرشد حضرت پیر شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار کے نام گرامی کو ''پیرے شاہ'' یا ''پیرا شاہ'' ضرورت شعری کی غرض سے لکھا ہے وگرنہ اپنی تمام کتب و رسالہ جات میں آپ نے ہمیشہ ''پیر شاہ غازی'' ہی لکھا ہے۔''تذکرہ مقیمی'' وہ واحد مستند دستاویز ہے جس میں حضرت پیر شاہ غازی قلندر صاحب کے متعلق قیمتی بحث ملتی ہے۔ البتہ حضرت قاضی سلطان محمود اعوانی کے ملفوظات ''مقامات محمودؒ'' میں آپ کے کچھ مختصر کوائف موجود ہیں۔ آپ نے حضرت قلندر صاحب کا نام عبداللہ بن حافظ محمد حفیظ بتایا ہے اور موضع ٹھٹھہ موسیٰ کو آپ کی جائے پیدائش قرار دیا ہے۔ [9] سبط الحسن نے حسب معمول اس پر لایعنی بحث کرتے ہوئے جہاں یہ لکھا کہ حضرت پیر شاہ غازی قلندر خاندان سادات سے نہیں تھے (خود سبط الحسن اپنا شجرہ نسب حافظ محمد جمال صاحب بن حافظ ضیاء الدین گنج بخش سے جوڑتے ہیں۔ حالانکہ مذکورہ خاندان قادری ہے اور سبط الحسن کے مسلک سے سب ہی اہل علم واقف ہیں) وہیں پیر شاہ غازی قلندر صاحب کو کوروؤں اور پانڈوؤں کی نسل سے جوڑ دیا۔ جب کہ حضرت پیر شاہ غازی کو کہیں بھی میاں صاحب نے اپنی کتب میں یا تذکرہ مقیمی میں ''عبداللہ '' کا لقب نہیں دیا، نہ ہی اس سے اتفاق کیا اور نہ ہی اس شجرہ نسب کو کہیں اپنی کتب میں جگہ دی، اس لیے سبط الحسن کی ساری ''ریسرچ'' چارفل اسکیپ صفحات کی بھرت کے علاوہ اور کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔ [10]

سبط الحسن اور دیگر دانش ور حضرات جنھوں نے حضرت میاں محمد بخش صاحب کی زندگی و افکار پر کام کیا ہے انہیں بجا طور پر یہ شکوہ ہے کہ ملک محمد جہلمی (مرید و شاگرد رشید حضرت میاں صاحب) نے میاں صاحب کی سوانح لکھتے ہوئے آپ کی کرامات کا تو ذکر کیا لیکن آپ کے اساتذہ اور عصری علماء سے آپ کے استفادے کو اہمیت نہیں دی۔ سیف الملوک کے قدیم ترین مطبوعہ ایڈیشن کے قاری حضرت میاں محمد بخش کے مرید و خلیفہ جناب سید علی اکبر شاہ صاحب (5 جنوری 1863ء۔ 19 جنوری 1924ء) کے صاحب زادے اور راقم الحروف کے شیخ محترم حضرت سید محمد محمود شاہ صاحب (یکم جنوری 1911ء۔ 26 اگست 1996ء) میرے نام اپنے ایک مکتوب (مورخہ 22 ستمبر 1991ء) میں رقمطراز ہیں کہ ملک محمد ٹھیکیدار مذکور نے حضرت میاں صاحب کی سوانح عمری صفحہ 449 سے شروع کر کے صفحہ 521 پر ختم کی ہے یہ جملہ 72 صفحات بنتے ہیں۔جن میں صفحہ 583 پر ''سی حرفی'' میاں محمد صاحب بھی ہے۔لیکن قاری کو بسا اوقات حیرانی ہوتی ہے کہ ملک صاحب نے تمام واقعات بغیر کسی تاریخ، دن یا

سال بتلائے لکھ دیئے ہیں۔خود اپنی ملاقات کا ذکر بعمر 16-17 سال بیان کرتے ہیں لیکن اس ملاقات کی کوئی تاریخ یا سال ذکر نہیں کرتے۔ پھر اپنی بیعت کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں علم نہیں ہوتا کب ہوئی، چاہے سجادہ نشین کی وفات کا ذکر ہو یا میاں بہاول بخش صاحب کی وفات کا تذکرہ، اُن کی قبر کا واقعہ، پہلی قبر سے نکال کر پہلوئے والد بزرگوار میں دفن کرنا، نیا کفن پہنانا اور نماز جنازہ کے واقعات تو درج ہیں، لیکن یہ نہیں بتایا نماز جنازہ کس نے پڑھائی، یہ سب واقعات ملک محمد صاحب کے روبرو پیش آئے، لیکن سخت افسوس کا مقام ہے کہ اس عظیم الشان واقعہ کی کوئی تاریخ و سال درج نہیں کی۔ پھر تعمیر روضہ مبارک حضرت پیر شاہ غازی قلندر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ تعمیرات اُن کے روبرو ہوئیں لیکن یہ سب کب ہوا اور اس کی کیا تفصیلات ہیں۔سب سے زیادہ تکلیف دہ بات حضرت میاں محمد بخش صاحب کی وفات کا بیان ہے جس میں میاں عطا محمد صاحب کے رقعہ معہ سواری کا تو ذکر ہے کہ ملک صاحب کے لیے میاں صاحب نے بھیجی اور یہ کہ وہ شام کو کھڑی شریف پہنچے۔مزید یہ کہ اُن کی موجودگی میں میاں صاحب نے انتقال فرمایا تجہیز و تکفین بھی اُن کے سامنے ہوئی۔لیکن اس تمام واقعہ کو گول مول کر دیا حالانکہ یہ واقعہ بڑا تفصیل طلب تھا۔ چنانچہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور جنازہ میں کتنی خلقت تھی وغیرہ۔ [(11)]

ملک محمد صاحب چونکہ کئی کئی ماہ تک حضرت میاں صاحب کی مجلس سے غیر حاضر رہتے تھے اس بات کا انہوں نے خود اعتراف بھی کیا ہے کہ ملازم پیشہ بھی تھے۔مولوی محبوب علی صاحب نے اُن کی ملازمت سال 1880ء میں بطور خسرہ نویس ذکر کی ہے۔[(12)] یہی وجہ ہے کہ وہ حضرت میاں صاحب کی سوانح حیات لکھتے ہوئے بے شمار واقعات سے غافل رہے تاہم انہوں نے آپ کے سلسلہ نسب بیان کرنے میں یقیناً کوئی کوتاہی نہیں کی۔حضرت میاں صاحب کا مرید اور شاگرد بلا اجازت مرشد کے اتنی بڑی جسارت کیسے کر سکتا تھا کہ آپ سے سُنے بغیر آپ کو حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی نسل قرار دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ 1907ء سے آئندہ پچاس برس تک حضرت میاں صاحب کے سیکڑوں مُریدین و احباب موجود تھے۔کسی ایک نے بھی اس کی نفی نہیں کی۔رہ گئے میاں صاحبان دربار کھڑی شریف تو انہیں تو شجرہ نسب بھی ہمارے شیخ محترم سید محمود شاہ صاحب نے ترتیب دے کر آگاہ کیا۔ چونکہ وہ خود اور اُن کے برادر غلام غوث شاہ صاحب اور اُن کے والد محترم حضرت سید علی اکبر شاہ صاحب حضرت میاں صاحب کے دامن سے براہ راست وابستہ تھے۔میاں صاحبان نے لوگوں کی باتوں میں آ کر خود کو ایسے ہی گجر تسلیم کر لیا۔ جیسے مثنوی مولانا روم میں ایک گدڑیے نے شیر کے بچے کو بھیڑوں کے ساتھ پالنا شروع کیا اور اُس بچۂ شیر نے خود کو بھیڑ تصور کر لیا۔میاں محمد صاحب ایک تارک الدنیا فقیر تھے آپ کو کسی حسب نسب کی پروا کیونکر ہو سکتی تھی۔آپ کی ساری زندگی تجرد میں گزری۔ ظاہری تعلیم آپ نے حافظ محمد علی صاحب سموال شریف سے حاصل کی۔جس میں آپ کے برادر کلاں میاں بہاول بخش صاحب بھی آپ

کے ہمراہ تھے۔[13] جبکہ طریقت کی تعلیم حضرت شاہ سائیں غلام محمد صاحب بمقام پلیئر شریف کلروڑی تحصیل میر پور سے پائی۔[14] پلیئر شریف چوکھ سے بفاصلہ ایک فرسنگ واقع ہے۔اب منگلا ڈیم بننے سے مزارات زیرآب آ چکے ہیں۔سائیں غلام محمد صاحب نے حضرت شیخ احمد ولی کشمیری سے بھی فیضِ روحانی حاصل کیا تھا۔حضرت میاں صاحب نے بموجب حکم سائیں غلام محمد صاحب سفر کشمیر کا کیا اور حضرت شیخ احمد ولی سے ملاقات کی۔ملک محمد صاحب ٹھیکیدار رقمطراز ہیں کہ حضرت شیخ احمد ولی حضرت قبلہ کا دست مبارک پکڑ کر حجرہ خاص کے عبادت خانہ لے گئے اور دروازہ بند کر دیا اور خلوت کا راز نہ تو حضرت موصوف نے زبان سے ارشادفرمایا اور نہ ہی راقم الحروف کومعلوم ہے۔''[15]

حضرت میاں محمد بخش صاحب کے ہم عصر قلندر اور ہمارے مرشد حضرت سید غوث علی شاہ صاحب نے ''تذکرہ غوثیہ'' میں ان ہی صاحب کمال ولی اللہ شیخ احمد صاحب کا ذکر فرمایا ہے۔اِن سے ملاقات کا کمال شوق رکھتے تھے لیکن زادِ راہ نہ ہونے کی بناء پر سفر کشمیر نہ کر سکے۔تذکرہ غوثیہ سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سید احمد ولی صاحب کا انتقال 1862ء میں ہوا۔[16]

حضرت سائیں غلام محمد صاحب علم وفضل وتقویٰ وآدابِ فقر میں صاحب کمال تھے۔اسی لیے حضرت میاں صاحب نے اپنی کتب میں اپنے مرشد کی تعریف وتوصیف میں بہت کچھ لکھا ہے۔یہ مرشد کامل کی شاندار تربیت کا ہی نتیجہ تھا کہ جب 57-1856ء میں حضرت میاں صاحب نے اپنا پہلا رسالہ ''سوہنی مہینوال'' لکھا تو حضرت شیخ نے اسے بے حد سراہا۔[17]

ملک محمد صاحب ٹھیکیدار لکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب کی کرامات وکشف اور کمالات باطنی کی شُہرت اپنے مرشد صادق کی زندگی میں ہی اطرافِ عالم میں ہوگئی تھی۔آپ صاحب وجد وحال تھے، اکثر ویرانوں اور جنگلوں میں بود وباش رکھتے، برسوں محویت اور جذب کی حالت طاری تھی۔لیکن کبھی سرمو احکام شریعت سے تجاوز نہ کیا اور ہمیشہ سلوک کے عالم سے وابستہ رہے۔آپ کے مجاہدہ، کثرتِ ریاضت، ترک لذّاتِ نفسانی، بلند حوصلگی، زُہد و پاکبازی کو دیکھ کر آپ کے والد محترم حضرت میاں شمس الدین نے آپ کو دربار قلندری کا جانشین بنانا چاہا تو آپ نے قرب و جوار کے رؤسا وعلما اور عام مجلس عوام میں ایک تقریر کی اور اپنے برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش صاحب کی دل شکنی گوارہ نہیں کی[18] اور اس منصب سے معذرت کر لی۔اگرچہ حضرت میاں محمد صاحب موصوف کی زندگی کے حالات و مشاہدات پر لکھا جانے والا زیادہ تر حصہ ہم عصر بزرگوں کی روایتیں ہیں۔تاہم آپ کی سیرت کا بہترین ماخذ آپ کی زندہ جاوید کتابیں ہیں، جن کی ورق گردانی کرنے سے آپ کے پاکیزہ اخلاق وعادات کھل کر سامنے آ جاتے ہیں۔یہ آپ کی انتہائی کسرنفسی ہے کہ آپ نے جہاں اپنے خاندان اور دیگر بزرگان کے اثار وافکار پر بہت کچھ لکھا، اپنے بارے میں بالکل خاموشی اختیار کی۔آپ کے پہلے سوانح نگار اور تلمیذ خاص ملک محمد جہلمی نے بھی آپ کی خرق عادت باتوں کے ضمن میں بہت قیمتی مواد جمع کر دیا ہے۔

جس کی طرف کسی اسکالر نے صحیح توجہ نہیں دی۔ ملک صاحب نے خود بھی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ''حضرت میاں صاحب کی زندگی مبارک کے حالاتِ حیات اور سوانح عمری کو مکمل نہیں لکھا جا سکا اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر خاکسار کی عمر اور صحت نے وفا کی تو بقیہ حالات و واقعات و کرامات جن کی تصدیق کرنے والے اشخاص موجود ہیں مکمل علیحدہ ایک کتاب کی شکل میں لکھوں گا۔''(19) افسوس ملک صاحب یہ کام مکمل نہ کر سکے۔

ملک محمد جہلمی نے اگرچہ حضرت میاں صاحب کی وفات کے بارے میں تفصیل نہیں دی تاہم اپنے نام حضرت میاں صاحب کی ایک رباعی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اپنی وفات سے سات روز قبل حضرت صاحب نے جب کہ تازہ علامت بیماری کی نہیں تھی، اپنے انتقال کی طرف اشارہ کیا۔ چند دن بعد میاں عطا محمد صاحب کا خط بمعہ سواری بھیجا تو ملک صاحب بوقت شام دربار شریف پہنچے۔ اس وقت حضرت میاں صاحب پر بے ہوشی کا عالم طاری تھا اور اسی حال میں انہوں نے بعد نصف شب انتقال فرمایا۔(20) ملک صاحب نے نہ تو آپ کی تاریخ وصال لکھی ہے اور نہ ہی جنازہ کا احوال۔ البتہ حضرت میاں محمد بخش صاحب کے ایک اور مرید اور حضرت غلام غوث شاہ اور حضرت سید محمود شاہ صاحبان کے والد محترم وٹرنیری ڈاکٹر سید علی اکبر شاہ صاحب مذکور نے اپنی ذاتی پاکٹ ڈائری میں اپنے مرشد کی وفات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

> ''تاریخ انتقال سرکار 22 جنوری 1907ء مطابق 7 ذالحج 1324 ہجری سرگی (سحری) 2 بجے، 23 جنوری بُدھ وار وقت شام صندوق مبارک دفن ہوا۔ اخیری زیارت ہوئی۔''(20)

ڈاکٹر اختر امان جعفری نے اپنے مقالہ میں سراج الاخبار جہلم 29 جنوری 1907ء کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ نے 21 جنوری 1907ء رات بارہ بجے وصال فرمایا۔ آپ کی عمر 80 برس تھی۔'' سبط الحسن ضیغم صاحب اپنی ''تدوین نو'' میں رقمطراز ہیں کہ ''بعض حضرات نے تاریخ وفات 21 جنوری لکھ کر تحقیق سے کام نہیں لیا۔(21) اور خود ان موصوف نے ہمارے مضمون کا حوالہ دینے کی کوشش بھی نہیں فرمائی جو المعارف لاہور میں چھپ چکا تھا، اور موصوف نے خود ہمیں بتلایا بھی تھا کہ انہوں نے اس مضمون سے استفادہ کیا۔(22)

حضرت میاں صاحب نے زمانہ حیات میں ہی اپنی قبر کی جگہ منتخب فرما کر قبر کھدوا دی تھی اور قبر تیار کر کے مٹی برابر کر دی تھی۔ موسم گرما میں کوہ پنجن پر قیام فرمایا کرتے تھے اس جگہ بھی ایک قبر بنوا دی تھی لیکن آپ کی ہمیشہ خواہش رہی کہ حضرت مرشد پیر شاہ غازی کی ہمسائیگی سے بعد وفات بھی الگ نہ ہوں۔ آپ کے روضہ مبارک، گنبد زیرنگرانی ملک محمد صاحب مکمل ہوئے اور اندرون گنبد ملک صاحب مرحوم کی تاریخ ثبت کی گئی۔ روضہ مبارک کی تکمیل 1327 ہجری میں ہوئی ملک محمد صاحب نے تکمیل

روضہ کی تاریخ ''خواب گاہ شیر یزدانی'' 1327ہجری جبکہ:

''بے سر این و آن، بگو مغفور
سال ترحیل آں شہے ذی جاہ''

لکھی اور فرماتے ہیں کہ ''لفظ 'این و آن' کے دونوں الف کے حروف کا تخرجہ کرو گے تو تاریخ 1324ہجری برآمد ہوگی۔[23]

سبط الحسن صاحب نے حسب روایت ایک نہایت غلط روایت حضور میاں صاحب سے منسوب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''آپ نے چونکہ شادی نہیں کی تھی، جس کی وجہ سے کوئی اولاد بھی نہیں تھی۔کبھی کبھی اپنے دُکھ کا اظہار بھی کرتے۔''[24] خدا جانے انہوں نے یہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔اسی طرح مزید لکھتے ہیں کہ دمڑی والی سرکار کا عرس 15 شعبان کو ہوتا ہے۔ یہ بات بھی قطعی درست نہیں، عرس 14 شعبان کو ہوتا ہے، 15 شعبان کو تو لوگ واپس جانا شروع ہو جاتے ہیں۔ ملک محمد جہلمی صاحب کے زمانہ میں 2مقامات پر حضرت میاں صاحب کا عرس منایا جاتا تھا۔کوہ پنجن، جہاں آپ کی ژند (گودڑی) 20سیر وزنی اُس قبر میں دفن ہے، جو آپ نے اپنی زندگی میں کھدوائی تھی۔اسی طرح 7ماہ ذوالحج کو ہی دربار پیر شاہ غازی میں آپ کا عرس ہوتا ہے۔[25] مولوی محبوب علی فقیر نے 2مزید مقامات کی نشان دہی کی ہے۔اولاً بمقام دھنی نزد ڈنگہ ضلع گجرات بمقام حافظ قادر بخش صاحب[26] اور ثانیاً موضع پھُبڑ تحصیل چکوال ضلع جہلم، جہاں 10ماگھ، ہر سال عالی شان عرس منعقد ہوتا ہے جس میں سارا گاؤں شریک ہوتا ہے۔[27]

جہاں تک حضرت میاں محمد حیات کی طبع شدہ اور غیر طبع شدہ نثری تحریروں کا تعلق ہے تو اس کا درست علم ہونا ناممکن ہے، تاہم حضرت صاحب نے اپنی غیر طبع شدہ تحریروں کا خود ہی ذکر کر دیا ہے۔ 1857ء کے واقعات کے بعد مسلمانوں کی ابتر حالت تھی۔اس زمانے میں لکھا جانے والا بیشتر ادبی و تاریخی کام یا تو ضائع ہوگیا یا مطبع خانوں پر انگریزی حکومت کی پابندیوں اور چھاپوں کی بناء پر طبع شدہ کتابیں بھی ضائع ہوگئیں۔''سیف الملوک'' میں اس کتاب کی تصنیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے خود میاں صاحب فرماتے ہیں کہ اس کام کی جانب اُن کے بڑے بھائی میاں بہاول بخش صاحب سجادہ نشین دربار پیر شاہ غازی نے آمادہ کیا۔اس وقت آپ بے شمار چھوٹے چھوٹے رسائل پر مشتمل قصے، بیت اور سی حرفی لکھ چکے تھے۔[28] اس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت میاں صاحب اپنی لکھی ہوئی نگارشات ضرور اپنے بھائی صاحب کی نذر کرتے ہونگے جن کے بارے میں خود ہی لکھتے ہیں کہ:

میرا ہے اوہ وڈا بھائی عمروں عقلوں وسبوں
دانشمند اکابر داناں، بحر نظم دے کسبوں[29]

سبط الحسن صاحب نے خدا جانے کہاں سے یہ سن لیا ہے کہ ''ابتدائی شاعری کے کئی نمونے اُن

کی ابتدائی زندگی میں طبع ہوتے چلے آ رہے تھے۔''[30] ہماری رائے میں حضرت میاں صاحب کی کوئی باقاعدہ تصنیف، رسالہ یا کتابچہ ضائع نہیں ہوا سوائے عام دوہڑوں، پنجابی لوک گیتوں، فرمائشی اشعار، خطبات اور پند و نصائح پر مبنی اقوال کے جو آپ موقع محل کے مطابق تمام زندگی کہتے رہے اور اُن کا کوئی باقاعدہ ریکارڈ آپ نے نہ تو مرتب کیا نہ کسی کو مرتب کرنے کو کہا۔ جہاں تک آپ کی باقاعدہ کتب، رسائل یا چھوٹے قصوں کا تعلق ہے تو اُس کا آپ نے خود ہی ذکر فرما دیا ہے۔ ''قصہ سخی خواص خان'' کے اختتام پر آپ نے ان ''نو گنجوں'' کا یوں ذکر فرمایا ہے: ''سیف الملوک، سوہنی مہینوال، تحفۂ رسولیہؐ، تحفہ میراں، قصہ شاہ منصور، قصہ شیخ صنعان، شریں فرہاد، مثنوی نیرنگِ عشق، گلزارِ فقر''[31] سیف الملوک کے پہلے ایڈیشن کے آخر میں حضرت میاں صاحب نے سیف الملوک کے علاوہ نو کتب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ان نو کتب میں سے کوئی کتاب بھی ابھی تک شائع نہیں ہوئی یعنی: سوہنی مہینوال، قصہ شیخ صنعان، مثنوی نیرنگِ عشق، قصہ شیریں فرہاد، تحفہ رسولہؐ، قصہ سخی خواص خان، تحفہ میراں، قصہ شاہ منصور (1273ھ) اور گلزار فقر (1273ھ)۔[32]

ترتیب زمانی کے اعتبار سے سوہنی مہینوال 1273ھ مطابق 57-1856ء، قصہ شیخ صنعان 1274ھ مطابق 58-1857ء، تحفہ میراں 1274ھ مطابق 58-1857ء، مثنوی نیرنگ عشق 1275ھ مطابق 59-1858ء، قصہ شیریں فرہاد 1276ھ مطابق 60-1859ء۔ تحفہ رسولیہؐ 1281ھ مطابق 65-1864ء اور قصہ سخی خواص خان 1282ھ مطابق 66-1865ء میں مکمل ہوا۔

مذکورہ بالا فہرست کتب آنجناب نے خود اپنی تین تصانیف میں بیان کی ہے، اس سے یہ بات صاف ہو جانی چاہیے کہ سیف الملوک جو 1279ھ کے ماہ رمضان میں تکمیل پذیر ہوئی، اس ماہ رمضان کا آغاز 20 فروری 1863ء بروز جمعہ کو ہوا، گویا یہ لازوال کتاب مذکورہ بالا کتب/ رسالہ جات کی تکمیل تک شائع نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا سبط الحسن صاحب کی یہ بات درست نہیں کہ ''سیف الملوک کی تکمیل کے ساتھ ہی ''میاں صاحب'' نے اس کی کتابت اسی وقت شروع کرا دی اور جلد ہی اسے طبع کرا دیا گیا۔''[33] دوسری بات سبط الحسن صاحب بالکل ہی غلط لکھتے ہیں کہ سیف الملوک کے پہلے پبلشر آپ کے بڑے بھائی ''حضرت بہاول بخش صاحب'' تھے۔ لیکن ان کے اہل خانہ کی تصدیق و تائید کے باوجود مطبوعہ ایڈیشن تاحال دستیاب نہیں ہو سکا۔ [34] یہ غلط فہمی موصوف کو اس لیے ہوئی کہ حضرت میاں صاحب نے سیف الملوک کے صفحہ اول پر اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے ''از تصانیف محمد بخش جاروب کش برادر خورد میاں بہاول بخش سجادہ نشین دربار پیرا شاہ غازی دوفرسنگ از شہر جہلم طرف شمال درعلاقہ میرپور چوکھ۔''[35] 1865ء تا 1870ء سیف الملوک کے کسی بھی طبع شدہ نسخہ پر حضرت بہاول بخش صاحب کا نام بطور پبلشرز ثابت نہیں ہے۔ قصہ سخی خواص خان میں آپ نے جن ''نو گنجوں'' کا ذکر فرمایا ہے، اس میں ''سیف الملوک'' سرفہرست ہے۔ [36] جبکہ قصہ سخی خواص خان 66-1865ء میں مکمل

ہوئی، خود لکھتے ہیں:

باراں سے بیاسی اندر قصہ خواص دا جوڑیائے
اُچے رُکھ اُتوں کنڈے جھاگ کے جی میوہ دوستاں واسطے توڑیائے (37)

مذکورہ بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت میاں صاحب کی کوئی بھی کتاب یا رسالہ 1282ء مطابق 1865ء تک طبع نہیں ہوا تھا۔ یہ پہلی باقاعدہ طبع شدہ کتاب سیف الملوک ہی تھی جسے 1865ء میں کسی بھی وقت حضرت مصنف نے لاہور میں تین ماہ رہ کر کتابت کروائی اور اس کی تصحیح بھی فرمائی۔ جہاں تک آپ کے مذکورہ کتابچوں کے تعارف کا تعلق ہے تو آپ کی پہلی تصنیف سوہنی مہینوال عام سائز کے 64 صفحات پر اور 1193 اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ 1272ھ میں تکمیل ہوا، مصنف لکھتے ہیں:

شاعر بھلے جہاں تے کر کر گئے سُخن
لعل جواہر ساریاں چھنڈے دُر عدن
باراں سے ترہتر ہجری اندر سن
رحمت میرے پیر دی کیتا سبز چمن (38)

اسی دوران آپ نے ''قصہ شاہ منصور'' اور ''گلزار فقر'' رسائل تصنیف کیے۔ ''قصہ شاہ منصور'' چند اوراق پر مشتمل ہے، اس کا قلمی نسخہ بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ ڈاکٹر اختر امان جعفری صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ قصہ پہلی مرتبہ 1881ء میں منشی قادر بخش نے مطبع قادری لاہور سے شائع کیا اور کُل سولہ صفحات تھے۔(39) ڈاکٹر صاحب نے ''گلزار فقر'' کے بارے میں لکھا ہے ''گلزار فقر دا کدھروں کھوج نہ ملیا۔''(40) اس کے برعکس سبط الحسن صاحب رقمطراز ہیں کہ کتاب ''گلزار فقر کے نام سے پنجابی میں آپ نے کوئی تذکرہ رقم کیا......موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب ضخیم ہوگی۔ اس میں سلسلہ قادریہ کو ہی موضوع بحث بنایا گیا ہوگا۔''(41) ہم نے اپریل 1985ء میں اپنے اس مقالہ میں جو پاکستان فلاسفیکل کانگریس، پنجاب یونیورسٹی شعبہ فلسفہ لاہور میں پڑھ کر سنایا گیا اس میں عرض کی تھی کہ گلزار فقر ایک چھوٹا سا رسالہ ہے۔ حضرت مصنف نے قصہ سخی خواص خان میں اپنی کتب/ رسالہ جات کی فہرست دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ہندی عشق نیرنگ نوں نظم کیتا نالے فقر والا گلزار ہے جیو

حضرت میاں صاحب پر کام کرنے والے ریسرچرز کو معلوم ہونا چاہیے کہ آغاز میں جو رسائل آپ نے لکھے اُن میں سے کسی پر تو آپ کا نام ''میاں صاحب'' لکھا ہے، کسی پر صرف ''محمد'' اور کہیں ''میاں محمد'' درج ہے۔ یہ رسالہ ''فقر نامہ'' کے نام سے انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ جس کے آغاز میں آپ کا نام ''محمد'' لکھا ہے۔ اسی طرح آپ کے چہیتے مرید ملک محمد صاحب جہلمی کا نام کسی جگہ صرف ''ملک'' لکھا ہوا ہے بطور پبلشر، کہیں ''ملک محمد'' کہیں ''ملک محمد ٹھیکیدار'' اور کہیں ''ملک جہلمی''۔ یہ

سب کچھ 1865ء سے 1880ء تک کے چھپے ہوئے کتابچوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔جن کے نسخہ جات برٹش میوزم لندن اور انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہیں۔ایک آدھ رسالہ میں حضرت میاں صاحب کا نام گرامی ''محمد فقیر'' بھی دیکھنے میں آیا ہے۔(42)

''گلزار فقر'' کو کہیں مصنف نے ''فقر نامہ'' لکھا ہے، کہیں ''شاہ بہار'' اور کہیں ''راحت فقیراں''۔ اس رسالہ کے چار مختلف ایڈیشن دیکھنے کی سعادت ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ انڈیا آفس لائبریری میں فقر نامہ، 1290ھ مطابق 1873ء، مطبع صمدی سیالکوٹ، دوسرا نسخہ، مطبع نور لاہور 1875ء اور تیسرا مطبع سلطانی، چراغ دین کتب فروش کشمیری بازار لاہور ہے۔اس پر سن طباعت درج نہیں، لیکن ایسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی نسخہ 1873ء تا 1885ء ہی شائع ہوا ہوگا۔اس کا اندازہ رسالے کی کتابت کی جانچ پڑتال سے ہوتا ہے۔ چوتھا ایڈیشن 1310ھ میں منشی گلاب سنگھ نے مطبع مفید عام پریس لاہور سے شائع کیا۔ چونکہ اس رسالہ کا پہلا ایڈیشن عام کتب کے برعکس سیالکوٹ سے شائع ہوا اس لیے بھی اس کی گم شدگی ایک یقینی بات تھی۔ ثانیاً 1865ء میں سیف الملوک کے شائع ہو جانے کے بعد یہ چھوٹے چھوٹے قیمتی رسائل اس عظیم کتاب کی مقبولیت کا شکار ہوگئے۔اس رسالہ کے کل اکتیس صفحات ہیں اور ہر صفحہ پر قریباً 19 سطور ہیں، کل رسالہ 555اشعار پر مشتمل ہے۔اس رسالہ کے ناپیدا ہونے کی دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے پہلے شعر کے علاوہ مصنف نے کہیں بھی اپنا نام ظاہر نہیں فرمایا۔اس کا آغاز بھی دیگر رسائل اور سیف الملوک کی مانند 'رب یسر وتمم بالخیر' سے ہوتا ہے۔ پہلا شعر کچھ یوں ہے:

اول حمد خدائینوں وت کہاں صلوٰت
آکھ محمد آل تے جس تھیں سب نجات

رسالہ کے آخر میں حسب معمول اشتہار ہے کہ مصنف اور مالک مطبع عبدالصمد غلام محمد کی اجازت کے بغیر اس رسالہ کو طبع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔کتاب کے آخیر اشعار میں مصنف لکھتے ہیں:

راحت فقیراں رکھیا ایس رسالہ نام
ربیع الثانی وچ ایہ کیتا رب تمام
ماریں ایس جہان توں کرکے مسلمان
برکت کلمہ پاک دی بخشیں کل جہان
عام فقیراں واسطے جوڑیا شاہ بہار
برکت کلمہ پاک دی ہویا ایہ تیار

انڈیا آفس لائبریری کیٹلاگ مرتبہ J.F.Blumhardt کے مطابق یہ رسالہ اور حضرت میاں صاحب کے دیگر تین رسائل ایک ہی جلد VT-1519-D میں رکھے گئے ہیں۔ اسی جلد میں VT-1511-E میں ''بیت محمد فقیر'' کے نام سے مختصر رسالہ 1288ھ میں شائع شدہ مطبع قادری لاہور

ہے اور VT-1509-R کے اندراج سے ایک اور رسالہ ''سی حرفی محمدؐ'' مطبع سلطانی چراغ دین لاہور مذکورہ (جس نے فقر نامہ شائع کیا) 1874ء میں شائع ہوا۔ اسی کیٹلاگ کے اندراج نمبر VT-1549-O میں مطبع قادری لاہور 1881ء کا شائع کردہ ''بیت سی حرفی از محمد فقیر'' موجود ہے۔ جسے غالباً ملک محمد صاحب جہلمی کی اجازت سے شائع کیا گیا۔ مطبع سلطانی اور مطبع قادری نے ہی ''گلزار فقر'' کو بھی شائع کیا تھا۔ جس کا نام ''فقرنامہ'' غالباً مطبع صمدی سیالکوٹ میں رکھا گیا۔ ان سب رسائل میں قدرِ مشترک بات یہ ہے کہ اس میں مصنف کا نام گرامی یا تو صرف ''محمدؐ'' لکھا ہے یا ''محمد فقیر جاروب کش حضرت پیر شاہ غازی'' یا ''محمد فقیر جاروب کش جناب پیر قدس سرہٗ'' لیکن ''فقر نامہ اور سی حرفی محمدؐ'' میں نام گرامی بھی درج نہیں ہے۔ صرف متن میں نام گرامی سے ہی پتا چلتا ہے کہ یہ تصانیف آنجناب کی ہیں۔ رسائل ہم الگ ترتیب دے رہے ہیں۔

''قصہ شیخ صنعان'' 44 صفحات اور 577 اشعار پر مشتمل ہے جسے آپ نے 1274ء میں مکمل کیا۔[44] یہ قصہ ایک ایسے زاہد و عابد مرید کے بارے میں ہے جو اپنے شیخ حضرت غوث اعظمؒ کے ایک فرمان کی عدم تعمیل کی بناء پر بارگاہٗ خداوندی سے معتوب قرار پاتا ہے۔ اُس کے تمام روحانی مراتب چھن جاتے ہیں اور بالآخر حضرت غوث اعظمؒ کی توجہ اور دعا سے اس کی مصیبت ٹلتی ہے۔ مُلاّ جامی کی تصنیف ''نفحات الانس'' اس قصہ کا ماخذ ہے۔ اصناف شاعری، بندش و موزونیتِ الفاظ اور فی البدیہہ کلام میں کوئی مجموعہ پنجابی اس کا مقابل نہیں ہوسکتا۔ قصہ کی روح تک پہنچنے کے لیے ضروری ہے کہ شاعری کی اصطلاحات اور تصوف کی باریکیوں پر عبور حاصل ہو۔

1274ھ میں ہی حضرت میاں صاحب نے 70 صفحات اور 1426 اشعار پر مشتمل رسالہ ''تحفہ میراں'' کی تکمیل کی۔ اس رسالہ کا پہلا ایڈیشن انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔[45] یہ رسالہ حضرت غوث اعظم کے 80 مناقب پر مشتمل ہے۔ صفحہ آخر پر اپنے مرشد کامل حضرت غلام محمد صاحب اور پیر شاہ صاحب غازی قلندر کا ذکر بہت عقیدت و محبت سے کیا گیا ہے۔[45]

1275ء میں آپ نے غنیمت کنجاہی کی فارسی مثنوی کا منظوم پنجابی ترجمہ بعنوان ''مثنوی نیرنگِ عشق'' کیا۔ یہ کتابچہ 76 صفحات اور 1303 اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ اگرچہ ترجمہ ہے لیکن کہیں بے جوڑ محسوس نہیں ہوتا۔ مسائل وحدت الوجود، مکان و لامکاں اور انسانی ذات کا ادراک اور مقامِ ہُو اس کے خاص موضوعات ہیں۔ یہ کلام سراپا انتخاب ہے اور اس کا ایک ایک مصرعہ مصنف کے خلوص جذبہ پر دلالت کرتا ہے۔[46]

1276ھ (60-1859ء) میں 1017 اشعار پر مشتمل آپ نے رسالہ ''قصہ شیریں فرہادؔ'' لکھا۔ تلاش بسیار کے باوجود کسی بھی لائبریری میں اس کا کوئی ابتدائی ایڈیشن نہیں مل سکا۔ نہ ہی یہ برٹش لائبریری کے کیٹلاگ پر ہے، البتہ 86 صفحات پر مشتمل اس کتابچہ کو میاں سکندر صاحب نے 1978ء میں

طبع کروایا، جس میں بے شمار اغلاط موجود ہیں۔(47) 'شیریں فرہادٗ کے پڑھنے کا انداز بھی بہت نرالا ہے:

رل مل آوَ دوستو، بیٹھو مجلس لاء

اساں تساں مر جاوناں، سر پر کھلی قضاء

گھڑی غنیمت ملن دی اوڑک ہون جداء

گزری عمر محمدا، فیر مُڑ ہتھ نہ آء

آپ کی کتاب ''تحفہ رسولیہ'' 1281ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ یہ کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ، آپ کے معجزات، اسلامی فلسفۂ تھیالوجی اور عوامل نفس کی بحث پر مشتمل ہے۔ مزید برآں یہ کتاب ماقبل کے نعتیہ کلام میں ایک بیش بہاء اضافہ ہے۔ کتاب کے آخر میں اسلامی خانقاہی نظام، ان کے آداب، زائرین اور مجاور صاحبان کے لیے ہدایات دی گئی ہیں۔(48)

''سیف الملوک'' کے پہلے ایڈیشن اور پہلی مطبوعہ کتاب کے آخر میں حضرت میاں محمد صاحب نے اپنی غیر مطبوعہ کتب کی جو فہرست دی ہے اس میں آخری کتاب ''قصہ سخی خواص خان'' ہے جو 1282ھ (66-1865ء) میں تصنیف کی گئی۔ یہ کتاب انڈیا آفس لائبریری کے کیٹلاگ پر موجود ہے۔ یہ کتاب چالیس صفحات اور 633اشعار پر مشتمل ہے۔میاں صاحب نے کتاب کی تاریخ یوں بیان فرمائی ہے:

باراں سے بیاسی سن اندر، قصہ خواص خان دا جوڑیا اے

اُچے رُکھ اُتوں، کنڈے جھاگ کے جی میوہ دوستاں واسطے توڑیا اے

بظاہر یہ قصہ سخی خواص خان کا ہے مگر بباطن وہی ''گفتہ آید در حدیثِ دیگراں''، اس کے اشعار بھی ''سی حرفی'' کے انداز میں تحریر ہیں:

الف اگ لگی، رگ رگ اندر، ٹھگ نین والے لٹی ٹھگ یارو

عشق زہر پیا، ماری ہوش ساری، نٹھے صبر ہوری وَگو تگ یارو(49)

اب ہم اُن معلوم تصانیف کا ذکر کریں گے جو آپ نے اپنی پہلی مطبوعہ کتاب ''سیف الملوک'' میں درج نہیں کیں۔ان میں معلوم کتابچہ ''قصہ مرزا صاحباں'' ہے۔ جو آپ نے 1288ھ میں تصنیف کیا۔ یہ کتابچہ 118 صفحات اور 1647 اشعار پر مشتمل ہے اور اس کا پہلا ایڈیشن 1874ء، انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے۔اس کتاب کا رسم الخط پرانا، بحر طویل اور الفاظ پرانے ٹھیٹ پنجابی ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ کوئی شعر ایسا نہیں جس میں اصناف شاعری کی متعدد صنعتیں موجود نہ ہوں۔ اس کتاب کا لطف صرف وہ ہی شخص حاصل کرسکتا ہے جسے اصناف شاعری پر عبور ہو اور پنجابی کے الفاظ کو صحیح قاعدے کے مطابق ادا کرنے کی قدرت ہو۔مصنف کا زورِ طبع اتنا بلند ہے کہ باوجود اصناف شاعرانہ کے انبار لگانے پر بھی ابھی پیاسے ہیں؛ فرماتے ہیں:

بندہ زور جے لاوندا صنعتاں تے، گھٹ لہب داء معنے پان والا
میرے قُفل نوں لاوندا اوہ کنجی، شاگرد ہوندا لقمان والا
عاماں واسطے شعر زبان ہندی، پیا پھس داء سُنن سُنان والا
میرے درد دے تیر تھیں دور رہندا، دردمند پریت دی پان والا
کم شوق ہویا اس کم دا جیو، تک قحط یارو قدردان والا
طبع زور نہ لایا صنعتاں تے، رہیا ہوڑ داء ملک تھان والا[50]

1288ھ تا وصال حضرت میاں محمد صاحب دیگر کتابچوں اور معلوم تصانیف کرانیکل اعتبار سے مندرجہ ذیل ہیں:

1304ھ (87-1886ء) میں آپ نے اپنا مختصر کتابچہ ''پنج گنج'' مکمل کیا۔ اس کے 31 صفحات اور اشعار کی تعداد 370 ہے۔ یہ سی حرفی کی طرز پر ہے اور کل چھ ''سی حرفیاں'' ہیں۔ اسی سال آپ نے ''قصہ سسی پنوں'' اور ''باراں ماہ'' بھی مکمل کیے۔ ''قصہ سسی پنوں'' ایک سی حرفی ہے جو 6 صفحات اور 60 اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کے ہر شعر میں قرآن پاک کی کسی ایک آیت یا حدیث پاک کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ ''باراں ماہ'' میں سال کے بارہ مہینوں پر کل 28 اشعار ہیں۔ بارہ ماہ پنجابی کے مہینے چیت، بیساکھ، جیٹھ ساون وغیرہ ہیں۔ ان مختصر کتابچوں میں تصوف اور رموز فقر کی باریکیاں بیان کی گئی ہیں تاوقتیکہ تصوف و فلسفہ میں گہری معلومات حاصل کر کے مہارت تامہ نہ حاصل کر لی جائے، ان رسائل کو کماحقہٗ سمجھنا دشوار ہے۔[51]

انڈیا آفس لائبریری لندن کے ریکارڈ میں ایک اور سی حرفی بھی موجود ہے۔ اس کتابچہ کا اب تک کسی ایسے تذکرے میں ذکر نہیں جو حضرت میاں محمد صاحب کے بارے میں لکھا گیا ہو۔ اس کے سرورق پر ''این ابیات از تصنیفات محمد فقیر جاروب کش حضرت پیر پیرا شاہ غازی قدس سرہ سجادہ نشین میاں بہاول بخش'' لکھا ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ باعث تصنیف ملک محمد صاحب ٹھیکیدار تھے۔ سرورق پر حضرت مصنف نے اردو زبان میں ایک قطعہ بھی لکھا ہے۔[52] اسی طرح ایک اور نایاب رسالہ ''بیت میاں محمدؒ'' کے نام سے انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے۔ یہ 25 اپریل 1868ء ایک ہزار کی تعداد میں چھپا۔ اس کے کل 16 صفحات ہیں۔[53]

1315ھ میں حضرت میاں صاحب نے 251 اشعار پر مشتمل ''چٹھی ہیر رانجھا'' لکھی۔ حضرت میاں صاحب نے ان اشعار کو غالباً ایک ہی نشست میں مکمل کیا۔ یہ رسالہ پنجنی موضع میں لکھا گیا۔ جس کی فرمائش کسی گمنام شخصیت نے کی۔ میاں صاحب خود لکھتے ہیں ''فرمایش فرزند مخدوم صاحب لنگر شریف دالہ کا اسم شریف پرسیدہ نہ شدہ، بتاریخ 19 ربیع الاول 1315ھ (مطابق 18 اگست 1897ء)''[54]

1294ھ میں آپ نے مذہبی اور فقہی مسائل پر مشتمل اپنی معرکتہ الاراء کتاب ''ہدایت المومنین''

لکھی۔ یہ کتاب ردِّ وہابیت پر لکھی گئی ہے۔ اس میں کل 1939 اشعار ہیں۔ یہ کتاب ''صاحبِ کتاب کی وسعت علمی اور اسلامی فقہی علوم پر دسترس کا شاہکار ہے۔ یہ کتاب 1912ء میں لاہور سے چھپی اور ناشر ملک محمد صاحب مرحوم تھے۔ انہوں نے اس کتاب کا نام غلطی سے ''ہدایت المسلمین'' لکھ دیا جو آج تک یوں ہی املاء ہوتا آیا ہے۔ ڈاکٹر اختر امان جعفری اور سبط الحسن نے بھی یہی غلطی کی۔ اگر ان ہر دو صاحب علم لوگوں نے کتاب کو پڑھا ہوتا تو ایسی غلطی نہ کرتے۔ مصنف نے کتاب کی تاریخ یوں لکھی ہے:

یاری رب دی نال رسالہ ختم ہویا جد آ کر
''ردّ ذالفِتَن'' تھیں دیکھو ہے تاریخ برابر (55)

ملک محمد صاحب جہلمی نے مصنف علیہ الرحمتہ کی تاریخ کتاب کے بالکل برعکس یہ شعر لکھ دیا:

باراں سے ستانوے آہا ہجری سن سنانواں
تد ایہ نظم پنجابی کیتی، کارن یار بھرانواں

صاحب کتاب نے کہیں یہ تاریخ نہیں نکالی اور نہ ہی اس کے ایڈیشن اول میں مصنف نے یہ تاریخ بیان کی۔ ڈاکٹر اختر صاحب نے غلطی سے یہی 1297ھ لکھ دی اور سبط الحسن صاحب نے اصل کتاب کا مطالعہ کئے بغیر کتاب کی تاریخ 22 ربیع الاول 1297ھ لکھ دی۔ (56)

فارسی زبان میں لکھی گئی ''تذکرہ مقیمی'' جیسی نامور دستاویز آپ کی آخری کتب میں شمار کی جانی چاہیے۔ اس کتاب کو حضرت موصوف کے تلمیذ خاص ملک محمد جہلمی صاحب نے 1920ء میں ''بوستان قلندری'' کے نام سے اردو میں منتقل کرنے کی کوشش کی جو اصل کتاب کا عشرعشیر بھی نہیں۔ کئی واقعات مترجم نے از خود اضافہ کر دیئے۔ بعض مقامات کا ترجمہ گڈ مڈ کر دیا۔ غرض یہ ترجمہ سخت محل نظر اور مشکوک ہے۔ یہی حال اس ''ترجمہ'' کا ہے جو محمد منور نورانی صاحب نے میاں ذوالفقار احمد صاحب لندن کی ایماء پر کیا۔ (57)

ہمارے پاس ''تذکرہ مقیمی'' کے اُس قلمی نسخہ کا عکس ہے جو غلام غوث شاہ صاحب (پِسر علی اکبر شاہ، مرید و خلیفہ حضرت میاں محمد بخش صاحب) کی ملکیت ہے۔ ہم اس کا مکمل فارسی متن اور ترجمہ اردو مکمل کر چکے ہیں اور طباعت کے انتظار میں ہیں۔ کتاب کا آغاز ''در تمہید باری تعالیٰ'' کے بعد اس شعر سے ہوتا ہے:

از ناطقۂ در بیان اوصاف تو لال
از درک تو قاصر است اوھام و خیال (58)

''تذکرہ مقیمی'' میں حضرت بہا شیر قلندر، شاہ ابوالمعالی، شاہ محمد مقیم، شاہ محمد امیر بالا پیر، حضرت سید پیر شاہ قلندر دمڑی والی سرکار، حاجی بگا شیر، میاں دین محمد صاحب، میاں شہباز صاحب، میاں جیون، میاں قادر بخش، میاں کرم بخش مجذوب، میاں الٰہی بخش اور میاں شمس الدین صاحبان کے حالات زندگی،

علم وفضل اور روحانی کمالات پر ایسی معلومات ملتی ہیں جو کہیں اور دستیاب نہیں۔ ان ہی صوفیا کرام کے ہم عصر، ہندوستان کے حکمرانوں، جلال الدین اکبر، ہمایوں، شاہ جہان، جہانگیر، اورنگ زیب، محمد شاہ، نادر شاہ درانی، مہاراجہ رنجیت سنگھ، گلاب سنگھ، ہیرا سنگھ، شیر سنگھ اور رنبیر سنگھ کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت شاہ لطیف عرف امام بری قلندر اسلام آباد، حاجی نوشہ گنج بخش، پیر محمد سچیار نوشاہی، شاہ دولہ گجراتی اور شاہ رفیع الدین محدث دہلوی کے بارے میں بیش بہا واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ حضرت بہاء شیر قلندر کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ ان کا سلسلہ نسب بارہ واسطوں سے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے ملتا ہے۔[59]

حضرت بہاء شیر قلندر کے والد محترم سید محمود صاحب کا مزار بدایوں (بھارت) میں مشہور زیارت گاہ ہے۔ حضرت میاں صاحب لکھتے ہیں کہ ہمایوں بادشاہ نے آپ کی خدمت میں حاضری دی[60] جب شیر شاہ سُوری نے ہمایوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تو ناچار اُسے ہندوستان سے بھاگنا پڑا۔ شیر شاہ سوری کے کسی عامل نے حضرت موصوف کے کسی خادم سے زیادتی کی تو آپ نے فرمایا کہ ''ہم ایران سے ہمایوں کو بلائے لیتے ہیں''، چنانچہ ہمایوں نے جلد ہی سُوری خاندان کو شکست دے کر اپنی کھوئی ہوئی سلطنت واپس لے لی۔[61]

حضرت میاں صاحب رقمطراز ہیں کہ شہنشاہ اکبر بھی حضرت بہاء شیر قلندر صاحب سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا، چنانچہ اُس نے حضرت قلندر صاحب کی خدمت عالیہ میں آپ کی گھڑسواری کے شوق کے پیش نظر ایک گراں قدر اعلیٰ نسل کا تیز رفتار عراقی گھوڑا بطور تحفہ بھیجا۔ درین اثناء ایک دن کچھ مہمان آپ کے پاس رات گئے آن پہنچے، لنگر میں کچھ نہیں تھا۔ آپ نے اِسی گھوڑے کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ خادمین نے عرض کی کہ گھوڑا فروخت کرنے کی صورت میں ایک مدت تک لنگر کا خرچ چل سکتا ہے۔ آپ نے کمال اِستغناء سے فرمایا......''اگر تدبیری دانستیم بجامۂ قلندری نمی درآیدیم'' اور مہمانوں کی تواضع کی غرض سے گھوڑا ذبح کروا دیا۔[62]

حضرت بہاء شیر قلندر کے پڑپوتے حضرت شاہ محمد مقیم صاحب علوم ظاہری و باطنی میں ایسا بلند مقام رکھتے تھے کہ اس وقت کے نادر روزگار عالم علامی مُلا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کی خدمت میں بارہا حاضر ہوئے اور بے شمار علمی مسائل پر آپ سے تبادلہ خیال کیا۔ کئی مشکل مقامات پر آپ اس قدر مدلل و جامع گفتگو فرماتے کہ مولوی صاحب موصوف انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔[63] آپ حضرت شاہ جمال لاہوری سے ملنے اکثر لاہور جایا کرتے تھے۔ قبرستان میانی صاحب میں آپ کی یاد میں باقاعدہ حجرہ بنایا گیا تھا۔ حضرت شاہ جمال لاہوری کے متعدد خطوط بنام حضرت شاہ محمد مقیم صاحب تذکرہ مقیمی میں درج ہیں، جن سے اُس دور کی روحانی، فکری اور مذہبی اقدار کا اندازہ ہوتا ہے۔

''تذکرہ مقیمی'' سے ہی حضرت شاہ محمد مقیم صاحب کے خلیفہ شاہ محمد امیر صاحب اور اورنگ

زیب عالمگیر کے باہمی مراسم کا پتا چلتا ہے۔ حضرت میاں صاحب نے ایک دلچسپ واقعہ عہدِ اورنگ زیب کا لکھا ہے۔ فرماتے ہیں شیخ اشرف لاہوری، دربار عالمگیری میں خاصا با رسوخ اور ممتاز امراء میں سے تھا۔ اس نے ایک معزز خاندان کی لڑکی سے زبردستی رشتہ ازدواج قائم کرنا چاہا۔ لڑکی کے والدین نے حضرت شاہ محمد امیر صاحب کے ساتھ اپنی صاحب زادی کا نکاح کر دیا۔ شیخ محمد اشرف مذکور نے اورنگ زیب سے رابطہ کر لیا۔ حضرت موصوف کی دہلی طلبی ہوئی۔ ایک خیرخواہ نے اس پر تشویش ظاہر کی تو آپ نے روانگی سے قبل ارشاد فرمایا ...... ''بادشاہ پاس دار شریعت است، ناحق نخواہد گذشت، اگر تجاوز کرد، بجائے اُو دیگرے نصیب نمودہ خواہد شُد''[64] لیکن اورنگ زیب کو آپ کی روحانی عظمت و بزرگی کا علم ہو چکا تھا۔ وہ خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی و انکساری سے پیش آئے۔ شیخ اشرف لاہوری نے معافی طلب کی اور اپنا مقدمہ واپس لے لیا۔[65]

حضرت امام بری شاہ لطیف صاحب بھی آپ ہی کے مرید با صفا تھے اور حضرت پیر شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار بھی آپ ہی کے خلیفہ و مرید تھے۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب نے ''تذکرہ مقیمی'' میں اپنے مرشد اعظم دمڑی والی سرکار کا تذکرہ برگ 80 سے 135 تک کیا ہے۔ یہ کتاب ہی وہ واحد مستند دستاویز ہے جس میں جناب پیر شاہ غازی صاحب کے بارے میں اتنی جامع معلومات موجود ہیں۔[66]

جناب قاضی سلطان محمود اعوانی صاحب کے ملفوظات ''مقامات محمود'' میں حضرت پیر شاہ غازی قلندر صاحب کے بارے میں مختصر حالات ضرور ملتے ہیں۔ جس میں حضرت قلندر صاحب کا نام عبداللہ بن حافظ بن محمد حفیظ بتایا گیا ہے اور موضع ٹھٹھہ موسیٰ کو آپ کی جائے پیدائش قرار دیا ہے۔[67] ''تذکرہ مقیمی'' میں نہ تو آپ کا شجرہ نسب دیا گیا ہے نہ ہی حسب نسب آباؤ اجداد اور ابتدائی حالات پر کوئی روشنی ڈالی ہے۔ اس لیے ''مقامات محمود'' پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

''تذکرہ مقیمی'' سے ہی پتا چلتا ہے کہ حضرت قلندر صاحب کو حضرت غوث اعظمؒ نے ایک روحانی حکم کے ذریعہ اس علاقہ میں بھیجا۔ آپ خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ غازی لقب کی وجہ سکھوں کے خلاف آپ کا جہاد تھا۔ شروع شروع میں آپ کا شغل مبارک تجارت تھا۔ آپ نے دو شادیاں کیں۔ انہی میں ایک خاتون سے آپ کے دو صاحب زادے تولد ہوئے۔ میاں صاحب رقمطراز ہیں:

> '' دو حرم محترم داشتند، از یکے دو فرزند نرینہ وا دیگر ہیچ۔ و آن حرم دوم چُناں صاحب جمال کمال بود کہ زبان قلم و قلم در بیان اُو لال است وطبع رَا ہم مجال نَے، وبآن محترم آنحضرت رامحبتی کمال بود۔''[68]

تبلیغ و ارشاد اور جہاد کی سرگرمیوں میں اکثر گھر سے دُور رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حالت سفر میں حرم محترم کی یاد نے ستایا تو ایک غلام کو خبر لانے بھیجا۔ جس نے واپسی پر اطلاع دی کہ ''عَفیفے را شریکے زہر داد و اُو ازاں ہلاک شُد'' یہ دل خراش خبر سُن کر آپ پر شدید اضطراب کی کیفیت وارد ہوئی اور بارہ

سال تک نگاہ خاص و عام سے پردہ فرمایا۔ بارہ سال بعد لوگوں کو فرمایا کہ وہ منازل سلوک کی تکمیل کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے مہمان رہے تھے۔[69]

حضرت قلندر صاحب نے سکھوں کے خلاف باقاعدہ اعلان جہاد کیا ہوا تھا۔ آپ کا الگ فوجی لشکر بھی تھا۔ مغلوں کے دور زوال کے بعد لا تعداد چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے وجود میں آنے کی وجہ سے مغل ہندوستان کو بے شمار ملکی اور غیر ملکی قوتوں کی چیرہ دستیوں کا شکار ہونا پڑا۔ پنجاب اور کشمیر ان دنوں سکھوں کی لوٹ مار اور قتل و غارت کا سب سے بڑا نشانہ بنے۔[70] اُس وقت حضرت قلندر صاحب کا سکھوں کے خلاف جہاد ایک بہت بڑی خدمت تھی۔ سکھوں کے خلاف جہاد کے دوران ہی آپ شدید زخمی ہوئے اور بالآخر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہوئے۔ شہادت سے قبل آپ نے اپنے لاڈلے مرید حضرت بابا دین محمد صاحب کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔[71]

حضرت میاں صاحب نے ''تذکرہ مقیمی'' میں حضرت قلندر صاحب کی عبادات و ریاضت، کمالات و کرامات اور خرق عادت و واقعات کی ایک طویل فہرست دی ہے۔ تبرکاً ایک واقعہ رقم کیا جاتا ہے۔ جب نادر شاہ دُرانی نے دہلی پر قبضہ کر کے محمد شاہ بادشاہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اُس وقت حضرت قلندر صاحب میرپور علاقہ ملوٹ میں قیام پذیر تھے۔ ناگاہ آپ نے فرمایا ''زنہار مزن این مرد راء کہ خلیفہ پیغمبر است''[72] نادر شاہ نے یہ آواز دہلی میں سُنی اور اس قتل سے باز رہا۔ یہ واقعہ پورے دہلی میں مشہور ہوگیا۔ محمد شاہ نے بعد میں تفتیش کرائی تو پتہ چلا کہ ''مدد گارے ازین سرکارے شد''[73] پھر وہ ساری زندگی قلندر صاحب کا نیاز مند رہا۔ اسی مغل بادشاہ محمد شاہ کے دربار میں مرید خان نامی ایک افسر چار ہزاری تھے۔ خواب میں قلندر صاحب نے انہیں کشمیر حاضری کا حکم دیا تو وہ پا پیادہ میرپور پہنچے۔ سفید ریش ہونے کی بناء پر دربار قلندری سے انہیں ''بگا شیر'' کا خطاب ملا اور ساتھ ہی چار ہزار اہل حضوری کو ان کے تابع کر دیا۔ اس ہمت افزائی پر حاجی صاحب نے پوچھا ''ہر چہ ہست اکرام سرکار'' تو قلندر صاحب نے فرمایا ''من بر دوازدہ ہزار تن اولیاء اَفسرم۔''[74]

''تذکرہ مقیمی''، مسلم دور زوال کی پنجاب پر ایک نادر تاریخی، معاشرتی اور سماجی دستاویز ہے۔ قلندر صاحب کے رُعب و دبدبہ کا آپ کی شہادت کے بعد بھی یہ عالم تھا کہ بعد از وصال بھی سکھ آپ کے علاقہ میں قتل و غارت سے باز رہتے، بلکہ آپ کے روضہ مبارک پر بصد عجز و انکسار حاضری دیتے اور اگر دربار کے خدمت گار کسی مسلمان کے لیے کلمۂ سفارش و شفاعت تحریر کرتے تو راجگان کشمیر ''آن تحریر راہ بسر وچشم بردہ، ہزاراں غنیمت شمردہ''[75] حضرت میاں صاحب نے ''تذکرہ مقیمی'' میں سکھوں کے مظالم کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ سکھ لٹیرے مسلم و غیر مسلم کی تمیز کیے بغیر کھڑی فصلیں تباہ کر دیتے، پکی فصلیں کاٹ کر لے جاتے۔ ہر چرن داس شجاعی (چہار گلزار شجاعی) میں گنیش داس نے (چہار باغ پنجاب) اور پاکستان کے مایہ ناز محقق و تاریخ دان پروفیسر محمد اسلم صاحب نے اپنی کتاب (سرمایہ عمر)

میں تفصیل سے ان مظالم کا ذکر کیا ہے۔ اس کے باوجود سکھ مورخین مثلاً ہری رام گپتا اور خشونت سنگھ سکھوں کی معصومیت کی قسمیں کھاتے نہیں تھکتے۔(76)

''تذکرہ مقیمی'' میں لکھا ہے کہ رنجیت سنگھ نے پنجاب پر قبضہ کے بعد متعدد بار کشمیر میں آستانہ عالیہ پیر شاہ غازی قلندر پر حاضری دی۔ اُس کے انتقال کے بعد پنجاب میں طوائف الملو کی پھیل گئی۔ حضرت میاں صاحب رقمطراز ہیں کہ جب لاہور میں راجہ ہیرا سنگھ کا قتل ہوا تو عید کا دن تھا۔ ''چون راجہ راجگان ہیرا سنگھ بنواحیٔ لاہور قتل شدہ، روز عید بوقت زوال۔''(77) ''تذکرہ مقیمی'' ایک نادر علمی دستاویز ہے۔ اس کا فارسی تصحیح شدہ متن اور ترجمہ عنقریب شائع کر دیا جائے گا۔

آخر میں ہم حضرت میاں محمد بخش صاحب کی عالمی شہرت یافتہ تصنیف ''سیف الملوک'' اور اُس کے ایڈیشن اول کے بارے میں لکھنا چاہیں گے۔

حضرت میاں محمد بخش صاحب کی کتاب ''سیف الملوک'' کو آپ کی اپنی دُعا کی بناء پر اللہ پاک نے بقائے دوام بخشا۔ ایک سال کی مدت میں مکمل ہونے والا یہ پنجابی کلاسیکی ادبی شاہکار 1279ھ مطابق 63-1862ء میں معرض وجود میں آیا۔ اس وقت مصنف کی اپنی عمر 33 سال تھی۔(78)

جناب سبط الحسن ضیغم اپنی تدوین نو سیف الملوک میں رقمطراز ہیں کہ 1863ء تک پنجاب میں عموما اور لاہور میں خصوصاً چھپائی کا کام عروج پر تھا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب لاہور تشریف لائے۔ یہاں تین ماہ بسر کیے تاکہ کتاب کی طباعت اپنی نگرانی میں ہو۔ مزید فرماتے ہیں کہ ''سیف الملوک'' کے طالب علموں کے لیے یہ دقت رہی ہے کہ جس نسخے کی طباعت کے لیے اتنی سخت محنت شاقہ سے کام لیا وہ کہاں ہے اور کس نسخہ کو متعلقہ ایڈیشن قرار دیا جائے۔ پھر لکھتے ہیں کہ 1863ء میں ہی آپ نے کتابت شروع کرا دی ہوگی۔ اس ایڈیشن کے پبلشر آپ کے بڑے بھائی جناب میاں بہاول بخش صاحب تھے لیکن ان کے اہل خانہ سے اس بات کی تصدیق و تائید کے باوجود وہ مطبوعہ ایڈیشن تاحال دستیاب نہیں ہو سکا۔ اسی بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے موصوف فرماتے ہیں کہ 1888ء میں چراغ دین سراج دین تاجران کتب لاہور کا نسخہ، جس کے 370 صفحات ہیں وہ پہلا نسخہ ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہونے کے باوجود دستیاب نہیں ہو سکا۔ نہ ہی اس کی عکسی فوٹو مل سکی اور نہ ہی مائیکروفلم۔(79)

سیف الملوک کے 1888ء تا 1984ء شائع شدہ 33 ایڈیشن کی فہرست دینے کے بعد تدوین نو کے خالق اس ''طویل جانکاری'' کے آخر میں لکھتے ہیں کہ نئے متن کی تدوین کے لیے بہرحال یونیورسل پریس جہلم 1898ء اور سراج المطابع پریس جہلم کے طبع شدہ نسخوں کو ہی بنیاد بنایا جا سکتا ہے۔ مولوی فقیر محمد جہلمی کے شائع کردہ ایڈیشن 1903ء کے حوالہ سے فاضل تدوین کار فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب نے فیض عام کے لیے ''ایڈیشن اول'' میں اجازت عام دے دی تو کئی بار بے شمار اہل مطابع نے اپنے کاروباری منافع کے لیے سیف الملوک کو شائع کیا۔ لیکن ایسی گت بنائی کہ ''کہیں کاغذ

ناقص، کہیں صفائی ناصفا، کہیں خوش خطی معدوم، کہیں صحت عنقاء'' جس پر حضرت صاحب ممدوح کو اس گنج بے بہا کی بے وقعتی پر سخت رنج ہوا۔ 1898ء یونیورسل پریس جہلم اور سراج المطابع جہلم، مالک فقیر محمد جہلمی کے دونوں ایڈیشن 1903ء اور 1905ء میں دعویٰ کیا گیا کہ ان کی صحت کتابت خود حضرت میاں صاحب نے فرمائی، جبکہ ان کے متون میں غیر معمولی اختلاف موجود ہے۔موصوف دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے 1898ء یونیورسل پریس جہلم اور 1905ء کے ایڈیشن بنیاد بنائے اور اس طرح یہ مشکل گھاٹی سر ہو کر رہی۔''(80)

پنجابی ادب کے حوالے سے سبط الحسن صاحب کا نام جانا پہچانا ہے اور اُن کی حیثیت ایک ادبی حوالے کی سی ہے، اس لیے جب یہ سُنا گیا کہ وہ سیف الملوک پر کام کر رہے ہیں اور پیکجز لمیٹڈ لاہور کی جانب سے بیش قیمت مشاہرہ پر اس کی تدوین نو کا ارادہ رکھتے ہیں تو پنجابی سے محبت رکھنے والے لوگوں کو یقیناً مسرت ہوئی۔ یہ باور کر لیا گیا کہ سیف لملوک کو ایک مستند حوالہ مل گیا ہے اور اب اسی اہم ترین پنجابی مثنوی میں برتے گئے بے شمار الفاظ،مشکل تراکیب اور مزید براں اشعار کی تصحیح ممکنہ حد تک دیانت دارانہ ہوگی۔سیف الملوک پر کام کرنے والوں کے لیے علم و حکمت کے نئے انکشافات ہوں گے۔طویل انتظار کے بعد ستمبر 1993ء میں جب یہ کتاب تدوین نو کے نام سے منظر عام پر آئی جس کا ادبی حلقوں میں بہت چرچا تھا،لیکن سرسری مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ جتنے بھی اب تک سیف الملوک کے مطبوعہ نسخے منظر عام پر آئے ان سب میں اور اس مذکورہ نسخے میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں تھا۔اس مطبوعہ تدوین نو کی پروف ریڈنگ اور اشعار میں اس قدر فاش غلطیاں تھیں کہ پڑھ کر وہی تکلیف ہوئی جو حضرت میاں محمد بخش صاحب کو ہوئی ہوگی۔ جب ''سیف الملوک'' کی لاہوری ہم عصر پبلشروں نے گت بنا کر رکھ دی تھی، جب آپ نے اس کو چھاپنے کی اجازت عام مرحمت فرمائی تھی۔(81)

''تدوین نو'' کے خالق نے خود ہی کچھ نئے اصول تحقیق ''برائے تحقیق مزید'' وضع کیے اور خود ہی اِن کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔فرماتے ہیں کہ تحقیق کی دنیا میں ایک ایک فقرہ کو بار بار تحقیق کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب کہ ہر تحقیق کرنے والے نے ملک محمد جہلمی کا تتبع کرنا ضروری سمجھا، اس میدان میں یہ سہل انگاری اور تساہل گناہ کبیرہ ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ان کے ممدوح ملک محمد جہلمی کی تحقیقات نے مستقبل کے ریسرچ کرنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا، اسی طرح حضرت میاں صاحب نے سیف الملوک میں اپنے سال پیدائش کے بارے میں اشارہ فرمایا، باوجود اس کے بیشتر لوگوں نے اس سلسلہ میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔جس کی وجہ سے ''تدوین نو'' کرنے والوں کو نئے سرے سے ادراک حقیقت کے حصول کے لیے محنت کرنا پڑتی ہے۔ مزید فرمایا کہ ملک محمد جہلمی نے جہاں حضرت میاں صاحب کی کرامات ذکر کیں، وہاں آپ کی سوانح میں آپ کے اساتذہ اور عصری علماء سے آپ کے استفادے کو اہمیت نہیں دی، انہیں مصنف سے جو گہرا قرب حاصل تھا اس بناء پر ان کی بعض باتوں پر بلا

تامل صاد کر دینا چاہیے لیکن سیف الملوک کے متن کو جس دقت نظر سے دیکھنے کی ضرورت تھی، ایسا نہیں کیا گیا۔ اسی لیے غلط متون کو قبول کرنے میں جلد بازی سے کام لیا گیا، ایک مکتب فکر نے لفظ کو جیسے دیکھا، اُسے اسی حالت میں برقرار رکھا، دوسرے گروپ نے حضرت میاں صاحب کے دور میں برتی جانے والی یائے معروف 'ی' کو اختیار کیا۔ مزید تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''قیاس کی بنیاد پر متن میں کسی لفظ کو کاٹ کر نئے الفاظ کا استعمال کبھی پسند نہیں کیا گیا۔ بلکہ یہ دیانت داری کے مترادف ہے۔ نیز متن کو آسان بنانے اور آسان الفاظ کو متن کا حصہ بنانے کا رویہ ناقابل قبول اور بقول غالب ''بھانڈوں'' کا کام ہے۔ (82)

پنجابی زبان و ادب کے اس قدآور دانش ور نے نہ صرف اپنے ہی مذکورہ اصول تحقیق سے پہلو تہی کی بلکہ ''سیف الملوک'' میں من چاہے عنوانات پہلی بار اضافہ فرمائے۔ حضرت میاں صاحب نے سیف الملوک کے ابواب کو فارسی میں لکھا تھا۔ سبط الحسن نے ان کا پنجابی میں ترجمہ کر دیا۔ یہ ترجمہ بھی مفہوم نما تھا۔ مقدمہ اردو زبان میں لکھا اور بے شمار مقامات پر میاں صاحب کے الفاظ کو تبدیل کر دیا۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ کیا حضرت میاں صاحب خود اپنی پنجابی کتاب کے عنوانات ابواب فارسی کی بجائے پنجابی میں نہیں لکھ سکتے تھے۔ کیا انہیں اتنا بھی معلوم نہیں تھا کہ ''تراوت'' دراصل عربی زبان کا لفظ ''طراوت'' ہے۔ اسی طرح موصوف نے سیکڑوں الفاظ از خود تبدیل کر دیئے۔ کتابت کی سیکڑوں غلطیوں کو درست تک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اپنے ''مقدمہ'' تک کو پڑھنے کی کوشش نہیں کی۔ حضرت میاں صاحب کو حضرت دین محمد کی اولاد بنا دیا، جنہوں نے تاعمر شادی ہی نہیں کی تھی۔ جہاں مصنف نے سیف الملوک کی تکمیل کے وقت اپنی عمر کا ذکر کیا وہ شعر بھی غلط لکھ دیا۔ پنجاب کو 1949ء میں ایسٹ انڈیا کی سلطنت کا حصہ بنا ڈالا۔ خود لکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب نے تین ماہ لاہور میں رہ کر سیف الملوک کی کتابت کی صحت کی جبکہ جو شعر لکھ دیا اس میں ''تریہہ'' مہینے لکھ دیا۔ ''سیف الملوک'' کا پہلا ایڈیشن 1888ء کے چراغ دین سراج دین لاہور کو بتاتے ہیں لیکن آگے چل کر اسی 1888ء کو 1988ء لکھ رہے ہیں۔ پورے نسخہ میں سیکڑوں غلطیاں کرنے کے باوجود موصوف کا دعویٰ ہے کہ ''بالآخر یہ مشکل گھاٹی سر ہو کر رہی'' خدا جانے یہ کون سی گھاٹی تھی جسے آپ موصوف نے سر کیا۔ اگر ''تدوین نو'' کا تقابلی موازنہ ''سیف الملوک'' کے آج تک کے شائع شدہ نسخہ جات سے کیا جائے تو یہ حقیقت کھُل کر سامنے آجائے گی۔ (83)

سبط الحسن صاحب نے ''تدوین نو'' میں 176 عنوانات دیے ہیں۔ اصل ابواب/عنوانات کو فاضل دانش ور نے خدا جانے کس مصلحت کے تحت تبدیل کیا اور من چاہے عنوانات پنجابی میں لکھے۔ سبط الحسن ضیغم صاحب سے ہماری ملاقات اُس وقت ہوئی جب راقم الحروف شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ماسٹرز کر رہا تھا۔ میں نے اپنے مربی استاد پروفیسر محمد اسلم صاحب مرحوم و مغفور سے ''سیف

الملوک'' پر اپنی دلچسپی کا ذکر کیا تو آپ نے مجھے سبط الحسن صاحب سے ملنے کا مشورہ دیا۔ میری آنجناب سے ملاقات پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور میں ہوئی اور اسی وقت سے آپ کے ساتھ خط و کتابت و مراسلت کا آغاز ہوا۔ سبط الحسن صاحب نے میرے ابتدائی کام کو سراہا اور مزید مشورہ دیا کہ ڈاکٹر محمد باقر صاحب سے بھی ملاقات کروں کیونکہ اُن کی زیرنگرانی ''سیف الملوک'' پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور شائع کر چکی تھی۔[84] سبط الحسن صاحب نے راقم الحروف کے ساتھ مراسلت جاری رکھی۔ 30 ستمبر 1980ء کو میرے ایک سوال کے جواب میں موصوف نے لکھا:

''میاں (محمد) صاحب بارے ایہ گل پک اے کہ اوہ گجرسن۔ ایس بارے پروفیسر فضل حسین ہوراں نال وی گل ہوئی۔ جو آپ بھی گجر نیں تے میاں صاحب دے عقیدت منداتے گواہنڈی وی۔ میرا خیال اے کہ تُسی وی ایسے سٹے اُپر پہنچ گئے ہوسو۔''

جس چیز کے بارے میں حضرت میاں محمد صاحب خود خاموش ہوں، اُس پر کسی سُنی سنائی بات، یا کسی دوسرے گجر یا گواہنڈی کے ارشادات کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ حضرت میاں صاحب جیسے صاحب حال فقیر اور دانش ور نے اگر حضرت پیر شاہ غازی قلندر کو خاندانِ سادات سے قرار دیا ہو تو کسی اور کی کیا مجال ہوسکتی ہے اس پر کلام کرے، انکار کرے یا شجرے تلاش کرتا پھرے!!

سبط الحسن صاحب نے ہمارے ساتھ ہی ''سیف الملوک'' پر کام شروع کر دیا۔ اسی دوران انہیں پیکجز لمیٹڈ نے گراں بہا مراعات پر ''سیف الملوک'' کا پراجیکٹ دے دیا جس کا ہمیں بہت بعد میں علم ہوا۔ یکم جولائی 1987ء موصوف اپنے مکتوب بنام محترم سید محمود شاہ صاحب رقمطراز ہیں: ''تہاڈے نال کھڑی شریف ملاقات دے موقع اُپر ڈاکٹر اجمل صاحب، رومی صاحب تے میں فیصلہ کرلیا سی کہ ''سیف الملوک'' دی کتابت شروع کران توں پہلاں مسودہ تہانوں وی دکھا لیا جائے، ایس مقصد واسطے تہاڈے کول حاضر ہونا چاہندا ہاں، مڑ دی ڈاکے لکھو کدوں حاضر ہوواں۔'' 7 اپریل 1990ء راقم الحروف کے نام اپنے خط میں انہوں نے لکھا: ''میں یونیورسل پریس والے نسخے نوں بنیاد بنایا پر ویکھے دوجے نسخے وی نیں۔ کتابت پوری نہیں ہوسکی۔ کتاب مکمل ہون تے پریس نوں دے دتی جاوے گی۔ مقدمے تے لُغت دی تیاری کر رہیا ہاں۔''

30 جون 1990ء کو راقم الحروف کو آپ نے آخری خط میں سیف الملوک کے پہلے ایڈیشن کے بارے میں اپنے اسی مضمون کا ذکر کیا جو ماہنامہ ''لہراں'' میں چھپا تھا۔ 2 جنوری 1993ء کے اپنے مکتوب بنام میاں سکندر صاحب مرحوم سجادہ نشین دربار غازی قلندر کھڑی شریف میں لکھتے ہیں: ''ہُن اک ہور مشکل آ پئی اے۔ شعر 6475 دا پہلا مصرعہ '' پیریں سنگل، بیڑی بدھی گُن جا، گل گولے'' سمجھ نہیں آ رہیا، .... ایس گھنڈی دا اُپرالا کرو۔''

میاں سکندر صاحب نے یہ خط 11 جنوری 1993ء کو ہمیں ارسال فرما دیا اور سبط الحسن

صاحب کو اسی خط کے آخر میں لکھا کہ ''آئندہ اشعار کی وضاحت کے لیے جناب محمود شاہ صاحب ملکوال سے رجوع فرمائیں تو بہتر رہے گا۔'' یہ خط ہمیں 13 جنوری 1993ء ملکوال میں ملا۔ یاد ہے کہ جناب سبط الحسن صاحب ہمراہ رومی صاحب اور بابر صاحب ملکوال تشریف لائے اور ہمیں شرف ملاقات بخشا۔ حضرت سید محمود شاہ صاحب کی تصاویر لیں۔ ''سیف الملوک'' کے پہلے ایڈیشن اس کے اشعار و مضامین اور اس کے خالق کے بارے میں ایک طویل گفتگو ہوئی۔ ہمارا اصولی موقف یہ تھا کہ ہم اب تک کی اپنی تمام ریسرچ، اولین ایڈیشن اور نوٹس انہیں دینے پر تیار ہیں۔ اگر ہمیں اس پورے پراجیکٹ میں بلا معاوضہ شامل کر لیا جائے جس پر سبط الحسن صاحب نے غور کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن یہ ملاقات آخری ثابت ہوئی۔ ہمیں اس وقت پتا چلا جب یہ کتاب چھپ کر مارکیٹ میں پہنچ گئی۔ اس دوران اُن بزرگان اور سبط الحسن صاحب کی جانب سے مکمل خاموشی اختیار کر لی گئی۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ''تدوینِ نو'' کے خالق نے وہ تمام اشعار ویسے ہی لکھ دیے جیسے پڑھے تھے، ایسے ہی ''سیف الملوک'' کی باقی تدوین بھی ہوئی۔

محولہ بالا مختصر تذکرۂ خطوط اور سبط الحسن صاحب کے بارے میں جانکاری کا سبب یہ ہے کہ قارئین مطلع رہیں کہ پاکستان میں ممتاز دانش ور اور اہلِ علم حضرات ہم جیسے طلباء کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ موصوف کو ''المعارف'' لاہور میں شائع شدہ راقم الحروف کے مضمون ''صاحب سیف الملوک کے آثار و افکار'' کی کاپی بھی بھیجی گئی تھی، انہوں نے اُس سے مکمل استفادہ کیا اور اُن کی ''تدوینِ نو'' میں دیا گیا بیشتر مواد اس مضمون سے ماخوذ ہے، لیکن موصوف نے اپنے مقدمہ ''تدوین'' میں اس کا حوالہ تک نہیں دیا۔ [85]

اسی طرح انہوں نے سید نور محمد قادری کا ذکر کرنا بھی اپنی علمی شان کے خلاف سمجھا۔ جنہوں نے ''سیف الملوک کا پہلا ایڈیشن'' مضمون لکھا جو مجلّہ صحیفہ (صفحات 96-90) میں طبع ہوا۔ [86] جہاں تک سید نور محمد قادری صاحب کا تعلق ہے تو موصوف منڈی بہاء الدین کے قریب ایک نواحی گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ راقم الحروف کے کتب خانہ واقع ملکوال ضلع منڈی بہاؤالدین میں اکثر اوقات استفادے کے لیے شرف مہمانی بخشتے۔ سیف الملوک کا مذکورہ ایڈیشن وہ میرے پاس بھی لائے تھے۔ اکثر خط و کتابت بھی رہتی تھی، کچھ الفاظ کے موازنے کے لیے جب راقم الحروف نے اُن سے یہ کتاب مانگی تو موصوف نے اپنے خط محررہ 15 جون 1984ء میں لکھا: ''میں آج کل اپنے ایک مضمون ''سیف الملوک کا پہلا ایڈیشن'' تیار کر رہا ہوں جب تک یہ چھپ نہ جائے، پہلے ایڈیشن کا فوٹو کسی کو دینے سے معذور ہوں۔'' [87] حالانکہ یہی موصوف اپنے خط محررہ 17 جون 1983ء میں راقم الحروف کو لکھ چکے تھے کہ ''میاں محمد بخش صاحب کے متعلق کام کو تکمیل تک پہنچانے کی کوشش فرمائیں۔'' سیف الملوک کے ایڈیشن اول کی تلاش و تحقیق پاکستان بننے کے بعد شروع ہوئی۔ مذکورہ تدوین کاران کی غلط فہمیوں کی

بنیادی وجہ یہ ہے کہ کتاب سیف الملوک کی تدوین کے سلسلہ میں حضرت میاں صاحب کے خاندان کا رویہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ رہا ہے جبکہ ایڈیشن اول کے پبلشر بھی حضرت بہاول بخش صاحب کو قرار دیا جاتا رہا۔جن کا نام 1898ء تک ہر چھاپہ شدہ ''سیف الملوک'' کے سرورق پر دیکھا جا سکتا ہے۔

تدوین سیف الملوک میں ایک اور بڑا نام ڈاکٹر محمد باقر صاحب کا ہے۔ 1963ء میں پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور کو آنجناب کی سربراہی میں سیف الملوک کی اشاعت کا اعزاز حاصل ہوا۔راقم الحروف کو ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور سے اُن کی رہائش گاہ پر متعدد بار ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔آپ کے ساتھ خط وکتابت بھی رہی۔اپنے ایک خط محررہ 17فروری 1986ء میں ڈاکٹر صاحب نے راقم السطور کو لکھا ''سیف الملوک کا ایک مکمل پروف میاں محمد صاحب کا تصحیح کیا ہوا 1963ء میں مجھے ملا تھا، وہ اُسے جہلم میں چھپوانے سے پہلے فوت ہو گئے۔ یہ مکمل پروف میں نے خرید لیا اور پنجابی ادبی اکیڈمی کی طرف سے شائع کیا۔شائع کرنے والے استقلال پریس کے مالک ظہیر تھے۔اُن کی والدہ میاں محمد کی عقیدت مند تھیں اور انہیں سیف الملوک زبانی یاد تھی۔کتاب شائع ہوتے ہی فروخت ہوگئی۔ریکارڈ میں میرے پاس ہے۔'' ایک دوسرے خط بتاریخ 3فروری 1987ء موصوف لکھتے ہیں:''میاں صاحب کی سیف الملوک کے آخری ایڈیشن کے تصحیح کردہ پروف اکیڈمی نے خریدے تھے۔شاید ایک ہزار روپے میں۔ یہ پروف جہلم کے پریس سے حاصل کیے گئے تھے اور پھر اُن سے اکیڈمی نے ''سیف الملوک'' مقابلہ کرکے شائع کی تھی۔ چھاپنے والے استقلال پریس کے مالک ظہیر تھے۔اُن کی والدہ کو سیف الملوک تقریباً حفظ تھی۔اس لیے ہم نے کاپیاں انہیں بھی دکھائیں اور مفصل چیک کرائیں۔کتاب شائع ہوئی تو کئی سو نسخے پریس سے بھی اُٹھ گئے۔اصل پروف میرے پاس بے حد خستہ حالت میں محفوظ ہیں۔ لیکن وسائل کی نایابی کی وجہ سے آسانی سے انہیں تلاش نہیں کرسکتا۔زندگی نے وفا کی تو آپ کو نکال کے دکھاؤں گا۔ 1878ء کے نسخے کی مجھے خبر نہیں۔آپ کو کیا اطلاع کروں ....''المعارف'' میں آپ کا مضمون نظر پڑا تھا۔''(88)

14 جنوری 1988ء کو ڈاکٹر صاحب موصوف نے راقم الحروف کو ایک سوال کے جواب میں لکھا:''''سیف الملوک'' کا وہ نسخہ میرے پاس ہے جو میں نے جہلم کے ایک پریس سے ایک ہزار روپے میں خریدا تھا، جو اب معدوم ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت میاں محمد صاحب نے اس مطبع سے آخری ایڈیشن 1905ء میں شائع کیا تھا اور وفات سے پہلے 1907ء میں کتاب کا پروف پڑھ کر پریس کو دیا تو فوت ہوگئے۔ چنانچہ اس ایڈیشن کی اشاعت رُک گئی اور جب میں نے 1963ء میں شائع کیا تو اس کے اوپر یہ عبارت درج کی''میاں محمد صاحب دے اپنے صحیح کیتے ہوئے نسخے دی نقل'' اب یہ میرے پاس میرا شائع کیا ہوا ایڈیشن بھی ناپید ہے اور اسے شائع کرنے کی بھی ایک داستان ہے جو ملنے پر آپ کو سناؤں گا۔ پرانا نسخہ تلاش کرنے سے ملے گا۔ برٹش میوزیم والے نسخے کے عکس میں نے اس لیے نہیں منگوائے تھے

کیونکہ مجھے مصنف کا اپنا تصحیح شدہ آخری پروف مل گیا تھا۔ اس سے زیادہ مستند دستیاب نہ ہوسکتا تھا۔''

ڈاکٹر محمد باقر صاحب مذکور جیسے بڑے صاحب علم کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ حضرت میاں صاحب نے کسی بھی کتاب کا پروف کسی بھی پریس کو نہیں دیا تھا اور نہ ہی ایسے کسی ایڈیشن کی اشاعت رُکی تھی۔ برٹش میوزیم والے نسخہ 1870ء کو آپ نے دیکھا تک نہیں تھا۔ 1898ء والے ایڈیشن کا انہیں بقول خود اُن کے، علم ہی نہیں تھا۔ اس کے باوجود راقم نے ڈاکٹر صاحب مرحوم سے منہ مانگی قیمت پر مذکورہ ایڈیشن کے پروف خریدنے کی درخواست کی اور مبلغ دو ہزار روپے انہیں منی آرڈر کر دیے۔ 12 مارچ 1988ء کو آنجناب نے میرے نام اپنے خط میں لکھا، ''آپ کا گرامی نامہ اور -/2000 روپے کا منی آرڈر ملا...... آپ کی امانت محفوظ ہے۔ سیف الملوک کا مطبوعہ ایڈیشن میں آپ کے جواب کے بعد تلاش کروں گا اور آپ کو ایک ہزار روپے میں ہی پیش کروں گا۔''

لیکن 13 مارچ 1988ء کو ہی جناب ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور نے راقم السطور کو ایک اور خط لکھا، فرماتے ہیں: ''یہ اچھا ہوا کہ میں سیف الملوک آپ کو دینے میں لیت ولعل کرتا رہا۔ اس کی وجہ تو یہ تھی کہ کتاب مجھے مل نہیں رہی تھی۔ کیونکہ یہ خستہ ہونے کی وجہ سے ایک پیکٹ کی شکل میں محفوظ کر دی گئی تھی۔ بالآخر کئی ہفتوں کی مسلسل تلاش اور خاک چھاننے کے بعد آج مل گئی ہے۔ یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہمارے ایک دوست (جو اب مرحوم ہو چکے ہیں) نے اسے ایڈٹ کرتے وقت غلط بیانی سے کام لیا اور سراج الاخبار جہلم والوں نے بھی صحیح بات نہیں بتائی۔ اس کے باوجود یہ نسخہ اپنی جگہ پر بے نظیر اور بیمثال ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو تو اسے نہ خریدیں۔ دراصل اسے حضرت میاں محمد بخش کے مرید ملک محمد نے (جو اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا) ایک طویل سوانح عمری کے ساتھ ترتیب دیا اور مولوی محبوب علی نے خود حضرت صاحب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے مقابلہ اور تصحیح کر کے 1333ھ/ 1914ء میں شائع کیا۔ حضرت صاحب کی وفات 1324ھ میں ہو چکی تھی۔ سوانح عمری 79 صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ ان اطلاعات سے پتا چلتا ہے کہ سراج الاخبار والوں کے پاس میاں محمد بخش صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود تھا جس کا اب کوئی سراغ نہیں ملتا نہ ہی سراج الاخبار والوں کا، رہے نام اللہ کا۔ بہرصورت آپ اپنے فیصلہ سے جلد مطلع فرمائیں کہ اس 74 سالہ بوڑھے نسخے کو آپ لینا چاہتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں لینا چاہتے تو میں آپ کا ایک ہزار روپیہ فوراً لوٹا دونگا۔ کیونکہ کل کا پتا نہیں۔'' مکرر: ''چھپے ہوئے نسخے کی تصحیح کسی نے کی ہوئی ہے لیکن پتا نہیں چلتا کس نے۔''

ڈاکٹر محمد باقر صاحب جیسے شہرت یافتہ عالم کے مذکورہ خطوط کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ اُن کا مرتب شدہ 1963ء کا نسخہ دراصل 1914ء کے نسخہ کی کاپی تھی اور یہ ہرگز حضرت میاں صاحب کے ہاتھ سے تصحیح شدہ نسخے کی نقل نہیں تھی۔ خدا جانے ڈاکٹر صاحب کو کس نے بتایا کہ سراج الاخبار والوں کے پاس حضرت میاں صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا کیونکہ مذکورہ نسخہ لاہور میں یا تو مطبع

مصطفائی کے مالک امیر الدین کے پاس ہوسکتا تھا یا پھر خود حضرت میاں صاحب کے پاس۔ اگر حضرت میاں صاحب اپنے قلمی نسخہ کو واپس لاتے تو اُس کا سراغ ضرور مل جاتا یا تو وہ آپ کے خاندان کے پاس ہوتا یا پھر ملک محمد صاحب کے پاس۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے مطبع مصطفائی کو اپنا دستی لکھا ہوا نسخہ دے دیا تھا۔ جو 1870 تک لاہور میں ہی مطبع والوں کے پاس رہا جس کی روشنی میں ابتدائی تمام ایڈیشن امیرالدین مرحوم نے شائع کیے۔ (89)

اولاً جناب ڈاکٹر محمد باقر صاحب نے نہ تو تحقیق سے کام لیا اور نہ ہی اپنی دانش ورانہ علمی وجاہت اور شان کے مطابق سیف الملوک کا کوئی تقابلی مطالعہ کرنے کی کوشش کی نہ ہی اس کی اغلاط کی نشان دہی ہوئی اور نہ ہی سیف الملوک کے متعدد تحقیق طلب مقامات پر نقد لکھا۔ آپ نے نہ تو کوئی ایسا مقدمہ لکھا جس سے سیف الملوک یا اُس کے عظیم خالق کے بارے میں کوئی معلومات ہم طلباء کو ملی ہوتیں۔ ثانیاً ڈاکٹر صاحب نے دعوی کیا کہ 1963ء میں اُن کو سیف الملوک کا آخری مکمل پروف تصحیح شدہ بدست حضرت مصنف ملا جو خستہ حالت میں ان کے پاس موجود تھا، جسے مصنف جہلم سے چھپوانے سے قبل انتقال فرما گئے۔ آنجناب کا یہ دعوی بھی تھا کہ 1907ء میں اپنی رحلت سے قبل اس کتاب کا پروف حضرت میاں صاحب نے پڑھ کر پریس کو واپس کیا تھا لیکن 1988ء میں ڈاکٹر صاحب کے علم میں آیا کہ یہ نسخہ تو 1914ء میں ملک محمد جہلمی نے مرتب کیا تھا اور مولوی محبوب علی مرحوم نے حضرت میاں صاحب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے سے مقابلہ کرکے شائع کیا۔ مولوی محبوب علی مرحوم، ہماری تحقیق کے مطابق 2 نومبر 1910ء کو پیدا ہوئے اور 20 جنوری 1985ء بروز اتوار انتقال کیا تو صرف چار سال کی عمر میں انہوں نے سیف الملوک کو کیسے شائع کرایا ہوگا؟ حضرت میاں صاحب کے ہاتھ سے لکھے ہوئے نسخے کا تو خود انہوں نے کہیں ذکر نہیں کیا اور نہ ہی کسی اور پبلشر نے ایسا دعویٰ کیا۔ (90)

مولوی محبوب علی مرحوم بڑے جید عالم اور قادر الکلام ادیب تھے۔ 1991ء میں محکمہ اوقاف آزاد جموں و کشمیر نے مولوی صاحب کی زیرنگرانی سیف الملوک شائع کی۔ محکمہ اوقاف کو غالباً مولوی محبوب صاحب پر اس لیے بھی اعتماد تھا کیونکہ وہ 1965ء میں سیف الملوک کو مرتب کرکے شائع کرا چکے تھے۔ 1965ء کی تدوین سیف الملوک کے دیباچہ میں موصوف لکھتے ہیں:

> ''راقم الحروف نے زیرنگرانی و سماعت حضرت سید غلام غوث شاہ صاحب مرید و خلیفہ اخص مصنف (سید غلام غوث شاہ صاحب برادر بزرگ سید محمود شاہ صاحب ملکوال) بسماعت حافظ کرم داد صاحب سکنہ دُھنی شریف جنہوں نے مصنف کی خود زیارت فرمائی، اصل کتاب (1316ھ/ 1898ء میں حضرت مصنف نے اپنی زیرنگرانی صحت فرما کر یونیورسل پریس جہلم سے طبع فرمائی تھی، سے مقابلہ کرکے اصل کتاب کے مطابق اغلاط دُرست کرکے، بڑی محنت اور کوشش سے طبع کرائی

ہے۔ اس سے پہلے جتنی بھی کتابیں طبع ہوئی ہیں، نامکمل تھیں۔ اب ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب حضرت میاں محمد صاحب کے اپنے صحیح کیے ہوئے نسخے کے عین مطابق ہے۔اب اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے۔''(91)

خدا جانے مولوی صاحب مرحوم و مغفور جیسے فاضل اجل نے یہ دعوے کیسے کر دیئے۔ کیونکہ بار ہا اُن سے پوچھا گیا لیکن اس کا کوئی تشفی بخش جواب انہوں نے نہیں دیا۔1898ء کے ایڈیشن کو آپ نے کس اصل کتاب کے ساتھ موازنہ فرمایا اور یہ حضرت میاں صاحب کے کون سے اپنے صحیح کردہ نسخے کے عین مطابق تھا۔ اس کی کوئی دلیل آنجناب کے پاس نہیں تھی۔ جہاں تک اغلاط کی درستی کا تعلق ہے تو سیف الملوک کی تدوین کرتے ہوئے 89 مقامات پر سنگین غلطیوں کے مرتکب ہوئے۔صفحہ نمبر 93 پر شعر نمبر 7 کے بعد کا شعر ہی چھوڑ گئے ہیں۔ یہ چیز اُن کے دونوں مرتبہ اوقاف کے زیرنگرانی تدوینِ سیف الملوک میں برقرار رہی، مزید براں 74 ایسے مقامات ہیں جہاں اشعار میں الفاظ ہی سرے سے غلط لکھے ہیں یا پھر الفاظ لکھے ہی نہیں یوں کتاب ہذا کے ایڈیشن 1991ء میں ایک عجیب بات یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ متعدد مقامات پر الفاظ کی جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ خدا جانے مولوی صاحب کو کیا سوجھی کہ پانچ ایسے مقامات جہاں خالی جگہ میں 'کجھ (کجھ)' استعمال ہونا چاہیے تھا، ایسے تمام اشعار اس ایک لفظ سے خالی ہیں۔(92) ایسے ہی اگر ایڈیشن اول 65-1864ء سے اس کتاب کا موازنہ کیا جائے یا 1898ء تا 1918ء کسی بھی ''سیف الملوک'' کے ایڈیشن سے کیا جائے تو مولانا صاحب کے مرتب شدہ نسخہ کی اغلاط کی تعداد سیکڑوں تک پہنچ جاتی ہے۔

''سیف الملوک'' کے ایڈیشن اول کی بحث کے آخر میں ہم تین دانش وروں کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتے ہیں جنہوں نے اپنے مرتب شدہ نسخہ سیف الملوک کو قدیم ترین ایڈیشن کے قریب ترین قرار دیا، یا صحیح ترین سمجھا۔ ان میں اولاً اقبال صلاح الدین ہیں جو ڈاکٹر اختر امان جعفری کے ڈاکٹریٹ مقالہ کے نگران تھے۔ ثانیاً محمد شریف صابر صاحب اور ثالثاً چودھری محمد اسمٰعیل چیچی دعوے دار تحقیق و تدوین کار سیف الملوک''(93)

جناب اقبال صلاح الدین صاحب نے پنجابی ادبی اکیڈمی کے ترتیب دیے ہوئے نسخہ پر اعتماد کیا ہے۔ ڈاکٹر اختر امان جعفری نے جس نسخہ 1888ء کا ذکر اپنے مقالہ میں کیا وہ بھی موصوف کی نظر سے نہیں گزرا۔ خیال رہے کہ آپ ڈاکٹر صاحب کے نگران تھے۔ آپ کا خیال ہے کہ 1914ء کا سیف الملوک مرتب ملک محمد جہلمی صاحب کا پی تھی۔ 1888ء کے چھاپہ شدہ چراغ دین، سراج دین لاہور کی اور اقبال صاحب کے ذاتی کتب خانے میں یہ نسخہ قدامت میں اولین مقام رکھتا تھا۔ آپ کا خیال ہے کہ 1906ء کا نسخہ سیف الملوک پبلشرز منشی گلاب سنگھ لاہور مطبوعہ نسخوں میں سب سے قدیم تھا۔ اقبال صلاح الدین کی ترتیب شدہ سیف الملوک میں فاش غلطیاں ہیں۔(94)

محمد شریف صابر ''سودھی'' کا ترتیب دیا ہوا نسخہ سیف الملوک ہماری رائے میں گزشتہ سو سالہ تاریخ تدوین و تحقیق سیف الملوک میں سب سے اہم دستاویز ہے۔ اگرچہ موصوف نے بعض الفاظ کو دُرست نہیں پڑھا اور بعض اشعار میں برتے گئے الفاظ کو اپنے علم کے مطابق درست کرنے کی کوشش کی یا اُن سے اختلاف کیا۔ فاضل مرتب نے مولوی محبوب علی صاحب کی ترتیب شدہ سیف الملوک پر بھی اعتماد کیا ہے اور اُن کی محنت کو بہت خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔[95] ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ 1863ء میں آپ کا قلمی نسخہ جب 1865ء میں شائع ہوا تو اس کے تمام الفاظ آپ کے اپنے تھے، ایک ایک لفظ آپ نے خود لکھوایا اور خود دیکھا۔ اس لیے پنجابی میں اگر آپ نے ''عادی'' کو ''آدی'' لکھا ہے تو ہمیں اُس کی دُرستی کا کوئی حق نہیں ہے۔

شریف صابر صاحب، مولوی غلام نبی مالک یونیورسل پریس جہلم کو سیف الملوک کا پہلا پبلشر خیال کرتے ہیں۔ اس کے صفحات کی تعداد 450 سے زیادہ لکھتے ہیں اور مطبوعہ سال 70-1869ء لکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب کاپی ہے لاہور میں طبع شدہ نسخہ کی، جسے ملک محمد جہلمی اور شرف الدین مطبع مصطفائی لاہور قبل ازیں شائع کر چکے تھے اور اس کے کل صفحات کی تعداد 373 تھی۔ یہ کسی بھی طرح سیف الملوک کا پہلا ایڈیشن نہیں ہوسکتا تھا۔ بہرحال شریف صابر صاحب کی یہ بات نہایت دیانت داری پر مبنی ہے کہ حضرت میاں صاحب نے اپنے پہلے ایڈیشن سیف الملوک کی پروف ریڈنگ کے علاوہ غالباً کسی بھی دوسرے ایڈیشن کو ملاحظہ نہیں فرمایا تھا ورنہ ''میاں صاحب ورگا عالم اجل انج دیاں غلطیاں نہیں سی کر سکدا''۔ جو مولوی غلام نبی صاحب مالک یونیورسل پریس جہلم نے اپنے کاروباری مقصد میں اور جلد بازی میں کیں اور ممکن ہے کہ اس کتاب کے پروف حضرت میاں صاحب کو سرے سے دکھائے بھی نہ ہوں۔ بہرحال آپ کا یہ خیال ہرگز درست نہیں کہ ''حضرت میاں صاحب دی کتاب مکمل ہوون توں 7 سال مگروں ایہ پہلی کتاب 1286ھ وچ چھپ گئی سی۔''[96]

جہاں تک چودھری محمد اسمٰعیل چچی صاحب کے مرتب شدہ نسخہ سیف الملوک کا تعلق ہے تو موصوف نے کسی بھی مرتب سیف الملوک پر اعتماد نہیں کیا۔ 1898ء تا 2009ء آپ نے 12 شائع شدہ نسخہ جات پر سخت تنقید کی ہے۔ موصوف نے صرف یہی لکھا ہے کہ غالباً 1974ء کے طبع شدہ شیخ غلام حسین اینڈ سنز لاہور کے سیف الملوک کو آپ نے بغور مطالعہ فرمایا اور یہیں سے انہیں میاں صاحب کے شعری تضادات کا علم ہوا۔[97] آپ کا خیال ہے کہ سیف الملوک کی اصل ہیئت کی گم شدگی کی ذمہ داری کاتب، پروف ریڈر، پریس مالکان اور ترتیب و تدوین کی سعی فرمانے والے فاضل لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ سیف الملوک پہلے پہل 1870ء میں طبع ہوئی، سُوئے اتفاق پہلے ایڈیشن میں نہ کاتب کا نام مذکور ہے نہ پریس کا اور نہ ہی کہیں سال طباعت کا اندراج ہے۔[98] آپ کا خیال ہے کہ ''اغلاط ختم کرنے اور ترتیب سے گرے ہوئے اشعار کو اصل جگہ پر لانے کے عظیم کار کو 1898ء

میں مولوی غلام نبی مالک یونیورسل پریس جہلم نے سرانجام دیا۔لیکن کتابت کی درستی کے دوران چالیس فی صد اشعار کا متن تبدیل کر دیا۔'' آپ نے خود تو مولوی صاحب مذکور کے طبع شدہ نسخہ کا مطالعہ نہیں فرمایا۔ البتہ'' سبط الحسن صاحب کے مقدمہ سیف الملوک پر اعتماد کرتے ہوئے پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور کے طبع شدہ سیف الملوک کو بھی ایک جھوٹ پر مبنی ایڈیشن قرار دیا۔ چوہدری صاحب کا خیال ہے کہ ڈاکٹر فقیر محمد نے پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور کے شائع شدہ نسخہ میں ایک بڑے جھوٹ میں معاونت کی ہے۔ (حالانکہ 60 سال قبل فقیر محمد مالک سراج المطابع اور تمام ماقبل ایڈیشنز سیف الملوک بمع مولوی غلام نبی پر عدم اعتماد کر چکے تھے۔) موصوف کا خیال ہے کہ سوائے چند ایک لفظی کتابت کے تضادات کے، باقی ماندہ متن مولوی غلام نبی مالک یونیورسل پریس جہلم کی ہُو بہو نقل ہے۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب اتنے فارغ نہیں تھے کہ علی الترتیب 1898ء اور اس کے پانچ سال بعد 1903ء سراج المطابع کی کتابت کی پروف ریڈنگ میں سر کھپاتے۔[99]

چودھری صاحب مزید رقمطراز ہیں کہ سیف الملوک پر لکھنے والے طالب علم کو یہ یقین ہے کہ اس کتاب کا قلمی نسخہ حضرت میاں صاحب کے خاندان کے پاس محفوظ ہوگا کیونکہ 1898ء تا 1903ء تمام ہی پبلشرز کو یہ دعویٰ ہے کہ نسخہ ہذا کی تصحیح خود مصنف نے کی ہے۔ مزید براں یہ کہ حضرت مصنف نے اپنے قلمی نسخہ یا ایڈیشن اول کی رسائی ان پبلشرز کو کیوں نہ دی۔ چودھری صاحب کا خیال ہے کہ مذکورہ قلمی اور چھاپہ شدہ دونوں نسخہ جات میاں صاحب کے پاس ضرور ہونگے اور تاحینِ حیات اُن کے پاس ضرر رہے ہونگے؟ چودھری صاحب کا یہ بھی خیال ہے کہ نہ تو میاں صاحب ان تمام دعوے داروں کے پاس کتاب طبع کروانے گیے اور نہ ہی آپ نے ان کی طبع کردہ سیف الملوک کا مطالعہ فرمایا۔ اس کا ثبوت چودھری صاحب یہ دیتے ہیں کہ لاہور کی طبع شدہ اور مذکورہ طبع شدہ کتب کی صحت اگر مُصنف پر ڈالی جائے تو ''سراسر غلط اور مبنی بر دروغ ہے۔''[100] یہ سب کچھ ان پبلشرز نے اپنی آمدنی کے لیے کیا اور ان کی وجہ سے کئی صاحبانِ علم گمراہ ہوئے، اس جھوٹ کو سچ تسلیم کرتے ہوئے متعدد کتب فروشوں، پریس مالکان اور لاہور کے لاتعداد پریس مالکان وہی پرانی سیف الملوک شائع کرتے رہے اور یہ سلسلہ 1974ء تک جاری رہا۔ تا آنکہ 1974ء میں شیخ غلام حسین اینڈ سنز لاہور نے اپنی سابقہ طبع شدہ کتاب مذکور کو چھاپنا ترک کر دیا اور جہلمی نسخہ 1898ء پر اکتفاء کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ نسخہ میاں صاحب کے اپنے درست کردہ مخطوطہ کے عین مطابق تھا۔ اس طرح طبع ہونے والی کتاب کی پذیرائی بام عروج تک پہنچ گئی اور ''درست متن والی سیف الملوک متروک ہوگئی۔''[101] چودھری صاحب کا خیال ہے کہ شیخ غلام حسن کی مذکورہ تحریر سے اصل متن کی ''سیف الملوک'' شائع ہونا تو درکنار اس پر مزید تحقیق کے دروازے بھی بند ہوگئے، حاصل کلام یہ ہے کہ تمام پبلشرز کی جانب سے طبع کردہ مارکیٹ میں دستیاب سیف الملوک سب اُسی جہلمی ایڈیشن کی نقول ہیں۔[101]

چودھری صاحب نے سبط الحسن صاحب مذکور اور محمد شریف صابر کے بارے میں لکھا ہے کہ دیگر دانشوروں کے علاوہ یہ بھی اسی دائرہ محدود میں قید رہے اور اصلی بنیادی کتاب تک پہنچنے میں قاصر رہے کیونکہ سبط الحسن نے بھی تدوین نو میں 1898ء والے نسخہ کو بنیاد بنایا اور سراج المطابع جہلم پر اعتماد کیا، گرچہ انہوں نے 47 دیگر طبع شدہ نسخہ جات کو پڑھا لیکن سمجھنے میں قاصر رہے۔ اس طرح محمد شریف صابر جیسا فاضل محقق بھی ٹھوکر کھا گیا اور 1898ء کے مطبوعہ نسخہ سیف الملوک کو نسخہ 1869 سمجھتے ہوئے اُسے نسخہ اول قرار دے گیا۔ حالانکہ مولوی غلام نبی مالک یونیورسل پریس اور سراج المطابع جہلم کے مالک فقیر محمد سیف الملوک کی اشاعت اول اور اس کی ناقص کتابت، کاغذ اور طباعت کی بناء پر مذکورہ مطابع کی جانب متوجہ ہوئے۔ چودھری صاحب کا خیال ہے کہ محمد شریف صابر جہلمی یونیورسل پریس جہلم کے سحر سے باہر نہیں نکل سکے نیز یہ کہ جن الفاظ کے مفہوم کے لیے انہیں دور دراز سفر کرنا پڑا، اُن کا 98 فیصد تو لغات پنجابی اور اردو میں موجود ہے۔[(102)]

چودھری صاحب کا خیال ہے کہ مرتبین تدوین سیف الملوک نے اصل متن کو اس قدر بگاڑ دیا ہے کہ اصل صورت میں اسے لانا بہت مشکل ہے لیکن خود انہوں نے تین سال میں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ آپ مزید لکھتے ہیں کہ سیف الملوک کی طباعت اول 1870ء کے بارے میں کئی اصحاب نے لکھا ہے، مگر یہ نہیں لکھتے کہ یہ صاحبین عقل وخرد کون ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ اگر صاحبِ سیف الملوک نے 1863ء میں تکمیل کے بعد سیف الملوک کی صحت کتابت لاہور میں رہ کر تین ماہ تک سرانجام دی ہو گی تو ہر ذی شعور انسان کو جہلمی نسخہ اور لاہوری نسخہ کا فرق عیاں ہو جائے گا کہ اصل متن کی مطبوعہ کون سی ہے اور یہ کہ 1870ء تا 1898ء سیف الملوک میں بے شمار اغلاط داخل ہوگئیں، جنہیں مولوی غلام نبی یونیورسل پریس جہلم نے 80 فیصد درست کر دیا اور باقی بیس فیصد اُن سے فروگذاشت ہوگئی۔[(103)]

چودھری صاحب مزید رقمطراز ہیں کہ مولوی غلام نبی صاحب بھی سابقہ سیف الملوک کے متن کی حدود میں رہتے ہوئے کتابت کی اغلاط تک محدود نہ رہے بلکہ انہوں نے اشعار کے متن میں از خود تبدیلی کر لی اور چالیس فیصد اشعار کا متن اور معانی تبدیل ہوگئے۔ چودھری صاحب رقمطراز ہیں کہ انہوں نے صرف سیٹھ آدم جی، شیخ غلام حسین، ملک دین محمد، شیخ برکت علی، یونیورسل پریس جہلم اور محمد شریف صابر کو اپنی تدوین نو کے لیے منتخب کر لیا۔[(104)] بلکہ سیف الملوک کے جملہ سابق نسخوں میں اشعار کی بے ترتیبی اور متروک شدہ اشعار کے پیش نظر یونیورسل پریس جہلم اور محمد شریف صابر کی مرتبہ سیف الملوک کو ماخذ بنایا۔ چودھری صاحب نے بزعمِ خویش ''پرانی کتب'' سے اپنی مزعومہ تدوین شدہ سیف الملوک میں کچھ اشعار اضافہ بھی فرمائے ہیں، لیکن اپنے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا۔ نہ ہی یہ بتایا ہے کہ اُن کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ اشعار حضرت میاں صاحب کے ہی ہیں۔ مزید اشعار جو رائج الوقت ''سیف الملوک'' میں مندرج ہیں مگر ماخذ یا سابقہ سیف الملوک میں موجود نہیں، اِن کو قارئین کی آراء

پر چھوڑ دیا ہے، کوئی اُن سے پوچھے کہ اگر وہ خود کسی نتیجے پر نہیں پہنچے تو بے چارے قارئین کیونکر جان پائیں گے۔[105]

بہرحال چودھری صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ 115 سال میں عموما اور 39 سال میں خصوصاً سیف الملوک کی طباعت، ساعت اور پڑھائی غلط سمت پر جاری تھی اور اسے اپنی اصل ہیئت میں لانے، کتابت کی اغلاط کی تصحیح کرنے، متن میں تبدیلی، الفاظ کی تفہیم و تحقیق اور پروف ریڈنگ میں غلطی کے امکان کو رڈ نہیں کیا جا سکتا۔ صاحب تدوین نے ''اصلی وجعلی اشعار کا جائزہ'' کے عنوان سے 27 صفحات پر مشتمل طویل بحث کی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اصلی وجعلی اشعار کے تقابلی جائزے میں اُن کے کیا ذرائع تھے یا آپ نے کن کتب پر انحصار کیا یا ان کا کیا ثبوت، آنجناب کے پاس تھا!!![106]

مزید براں موصوف نے سیف الملوک پبلشرز شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور مطبوعہ 1936ء کا موازنہ محمد شریف صابر، سال طباعت 2002ء سے کرتے ہوئے بزعم خویش اشعار کے ''حلیہ بگاڑنے اور اُن کی جنسیت بدلنے'' کا تذکرہ فرماتے ہوئے اپنے نسخہ کو غلط اور صحیح کا معیار قرار دیا ہے۔[107] لیکن اپنا ماخذ نہیں بتایا۔ مذکورہ بالا طویل بحث کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ جب تک لاہوری نسخہ سیف الملوک مطبوعہ 1885ء کا ادراک حاصل نہ ہو جسے حضرت میاں محمد صاحب نے خود تین ماہ تک لاہور میں مقیم رہ کر کتابت کی نگرانی کی، اُس وقت تک سارے مباحث کی کوئی وقعت نہیں نیز جب یہ ثابت ہو جائے کہ مصنف کے ترتیب دیے ہوئے تصحیح شدہ اور نظر ثانی شدہ اصل نسخہ تک رسائی حاصل نہ ہو جائے، اس وقت تک ذاتی علم پر کی گئی موشگافیوں کی کوئی وقعت نہیں رہ جاتی۔ مزید یہ کہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ تدوین وتحقیق کے نام پر یا تصحیح کرتے ہوئے مصنف کے اصلی پنجابی الفاظ کو تبدیل کرے یا اُس کے لکھے ہوئے الفاظ میں تبدیلی کرے یا ٹھیٹ پنجابی پوٹھواری/ پہاڑی لب ولہجہ پر مبنی الفاظ کی تبدیلی کو کوئی خدمت سمجھے۔

چودھری صاحب کے مندرجہ بالا فرمودات بلا تبصرہ لکھ دیئے ہیں تاکہ قارئین کو علم ہو سکے کہ آنجناب نے اس عظیم کلاسیکی کتاب کے مطالعہ کے دوران کون سے متن سیف الملوک میں من مانی تبدیلیاں کیں۔ جبکہ سیف الملوک کے ایڈیشن 1870ء کی کاپی برٹش لائبریری میں محفوظ ہے جو کہ ایڈیشن اول 1865ء کی کاپی ہے۔

سیف الملوک کا ایڈیشن اول:

''سیف الملوک'' کا ایڈیشن اول 1865ء کے آخیر میں منظر عام پر آیا۔ اس پیپر بیک ایڈیشن کے پہلے سرورق پر جلی حروف میں ''سپاس قدسی اساس کہ این کتاب درتفسیر این حدیث شریف من طلب شئی وَجَد وَجّد'' لکھا ہے۔ مزید لکھا ہے ''الحمد للہ کہ کتاب درصنعت آمیز درنزاکت چست و

تیز نام سفر العشق از تصانیف محمد بخش جاروب کش برادرِ خورد میاں بہاول بخش سجادہ نشین دربار پیرا شاہ غازی، دو فرسنگ از شہر جہلم طرف شمال در علاقہ میرپور چوکھ، پُراَز رمُوز سلوک قصہٴ کمال۔'' پیپر بیک ایڈیشن کے صفحہ اول پر سال اشاعت درج نہیں ہے۔سوائے یہ کہ یہ کتاب ''در طبع مصطفائی واقع لاہور باہتمام امیر الدین طبع شدہ ایڈیشن اول''۔تعداد پنجابی حروف میں دوسَو درج ہے۔

پیپر بیک ایڈیشن اول کے کل صفحات کی تعداد 370 ہے۔اس کے آخر میں تین مزید صفحات ہیں جن پر صفحہ نمبر درج نہیں ہے۔ یہ وہ ضمیمہ ہے جو حضرت میاں صاحب نے دورانِ قیام لاہور اپنے میزبان مولانا مولوی عبداللہ کی پشت سے محمد عاشق صاحب کے گھر واقع لوہاری منڈی میں اپنے ممدوحین کے لیے لکھا۔ جہاں آپ پہلے بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔اس ضمیمہ میں کل 64 اشعار ہیں۔

سیف الملوک کے ایڈیشن اول کے ہر صفحہ پر قریباً 25 اشعار ہیں۔اس ایڈیشن کو حضرت میاں صاحب نے چونکہ خود لاہور میں تین ماہ قیام کرکے پروف ریڈنگ کی اس لیے اس میں آپ کا کوئی شریک صحت نہیں تھا۔ نہ ہی آنجناب نے اس کا کہیں ذکر فرمایا ہے۔

ایڈیشن اول میں صفحہ نمبر 192 ''در غزلیات و دوہرہ کہ غزل می سرائیدے'' تین صفحات، صفحہ نمبر 192 ایضاً درج ہیں۔اس طرح اگر یہ 2 صفحات مذکورہ اور تین صفحات آخر میں بلا نمبر کو شمار کیا جائے تو ایڈیشن اول کے صفحات کی تعداد 375 ہو جاتی ہے۔ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ صفحہ 370 پر حضرت میاں صاحب نے اردو میں ایک اشتہار دیا ہے جس میں اپنی 9 کتابوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ اگر کسی کو چھاپنے کا ارادہ ہو تو مصنف سے اجازتِ اصلاح لے۔ نیز یہ کہ مصنف ان کتب کا ''محمد ولد میاں شمس الدین سجادہ نشین دربار پیر پیرا شاہ غازی کہ مکان عالی شان ان کا سات کوس شہر جہلم سے طرف شمال میرپور کے راستے میں راجہ کے علاقہ میں ہے۔'' دوسرا اشتہار مکرر حاشیہ کتاب میں ہے کہ ''یہ کتاب چھاپنے کی اجازت فقط میاں امیر الدین مالک مطبع مصطفائی کو دی گئی ہے۔ نیز یہ کہ جب اُس کی طبع شدہ کتاب فروخت ہو جائے تو پھر اسے چھاپنے کی اجازت عام ہے۔ جسے خریدنا منظور ہو وہ در بازار کشمیری میاں امیر الدین کتب فروش سے خرید کرے۔'' کتاب کے آخیر کونے میں ''تصحیح مصنف'' درج ہے۔(108)

مذکورہ اشتہار کے مطالعہ کی رو سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اولاً یہ ہی وہ پہلا ایڈیشن ہے، جس کے لیے مصنف خود لاہور تشریف لائے۔ تین ماہ یہاں قیام فرمایا اور کتاب کی تصحیح فرمائی۔ اس ایڈیشن کے علاوہ ماقبل کوئی کتاب آپ جناب کی طبع نہیں ہوئی تھی۔جن نو کتب کی فہرست آپ نے دی ہے وہ زیورطباعت سے آراستہ نہیں ہوئی تھیں۔آپ نے تین کتابچوں، سوہنی مہینوال، قصہ شاہ منصور اور گلزارِ فقر کو 1273ھ میں مکمل فرمایا۔ قصہ شیخ صنعان اور تحفہٴ میراں 1274ھ میں مکمل ہوئیں جبکہ 1275ھ میں مثنوی نیرنگ عشق، قصہ شریں فرہاد 1276ھ، تحفہٴ رسولیہ 1281ھ، اور اس فہرست کی آخری کتاب 1282ھ مطابق 66-1865ء میں منصہٴ شہود پر آئیں۔اس طرح یہ بات صاف ہو جاتی

ہے کہ سیف الملوک کے 66-1865ء سے پہلے طبع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مصنف باقی کتب کے بارے میں خود فرما رہے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ سیف الملوک وہ پہلی با قاعدہ باضابطہ اور مربوط کتاب تھی جو شائع ہوئی۔

میاں امیر الدین مالک کے زیرِ اہتمام مطبع مصطفائی 1865ء میں قائم ہوا۔ اس کتاب کو چھاپنے کے حقوق بھی میاں امیرالدین کو ہی ملے۔ مزید یہ کہ جب تک اِس کی طبع شدہ کتاب فروخت نہ ہو جائے گی، کسی بھی مطبع کو شائع کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ گویا جب تک اڈیشن اول مکمل فروخت نہ ہو جائے اس کے چھاپنے کی اجازت عام کسی کو نہیں تھی۔ لہٰذا یہ کہنا کہ 1863ء میں سیف الملوک کی کتابت شروع ہو چکی تھی یا پھر ہمارے فاضل دوست پروفیسر سعید احمد صاحب کا یہ فرمانا کہ چھ سال بعد مکمل ہونے کے کتابت ہوتی رہی۔(109) کسی طرح بھی درست نہیں مانی جاسکتی۔

ثانیاً ایسے محسوس ہوتا ہے کہ کتاب کی مانگ بڑھ جانے کی وجہ سے مطبع امیرالدین نے اس کتاب کے مزید کئی اڈیشنز شائع کیے۔ 1865ء تا 1869ء سیف الملوک کی متعدد بار اشاعت اسی مطبع نے کی ہوگی۔ اس کا ثبوت وہ 1286ھ مطابق 70-1869ء کا اڈیشن ہے جس کی ایک کاپی انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ ہمیں یہ کہنے کی جسارت حاصل ہونی چاہیے کہ میاں امیر الدین نے 70-1869ء تک نہ تو کسی اڈیشن پر سال اشاعت لکھا، نہ ہی شائع کردہ اشاعت کی تعداد لکھی، حضرت میاں محمد صاحب ایک تارک الدنیا فقیر تھے، انہیں مال و دولت کی کیا فکر ہوسکتی تھی اور نہ ہی یہ پرواہ کہ کسی پبلشر نے اس سے کتنی کمائی کی ہوگی، اس طرح یہ سلسلہ تا دیر جاری رہا۔ ہماری معلومات کے مطابق اس مطبع امیرالدین سے آخری اڈیشن 1286ھ میں منظر عام پر آیا۔ اس اڈیشن کے آخر اشتہار میں ایک لائن مزید اضافہ کی گئی ''مصنف کی عبارت یہاں تک ہے آگے نہیں ہے صحت میں شریک شرف الدین و ملک''۔ آخری صفحہ بلا نمبر پر ''کتبہ محمد عالم ساکن کھوڑی شاگرد حضرت جان محمد مولوی ساکن لاہور، یا پھر ایک ''قطعہ تاریخ طبع زاد مصنف بعد دِحروف'' لکھا ہے:

نسخہ عجب یہ جس پر مردوں کی خوش نگاہ ہے
ظاہر میں قصہ باطن ہم راز مردِ راہ ہے
مطبوع ہو چکا جب تاریخ کا کیا فکر
بُلبل طبع کی بولی، ''باغ اِرم یہ واہ ہے

1286ھ

تاریخ دوم یوں لکھی ہے:

سال اسکی طبع ہونے کا سنو اے ماہ وش
یک ہزار و دوصد و ہشتاد اُوپر تھے شش(110)

راقم الحروف نے متعدد بار انڈیا آفس لائبریری خود جا کر سیف الملوک کے مذکورہ ایڈیشن کا مطالعہ کیا ہے۔ بلکہ جب یہ اچھی حالت میں تھی تو اس کا موازنہ ایڈیشن اول 1865ء سے بھی کیا۔ ابھی حال ہی میں (جنوری 2019ء) میں لندن ایک ہفتہ قیام کیا۔ اب اس مذکورہ ایڈیشن 1869ء کی خستہ حالت کے پیش نظر صرف اس کی مائیکروفلم کو ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ میرے پاس اس کی نہ صرف مائیکروفلم ہے بلکہ فوٹو سی ڈی بھی ہے۔

1869ء کے اس نسخہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد مترشح ہوتا ہے کہ یہ ایڈیشن بھی متعدد بار شائع ہوا ہوگا کیونکہ صفحہ 370 پر آخر میں صرف ایک لائن میں صحت میں شریک ''شرف الدین اور ملک'' نظر آتے ہیں جبکہ صفحہ آخر (جس پر نمبر درج نہیں) اس کا نصف صفحہ کتبہ محمد عالم تا آخر بغیر کسی حوالہ کے ہے۔ یہاں کسی تصحیح میں شریک کا ذکر نہیں، نہ ہی ملک (محمد جہلمی صاحب) کا نام نظر آتا ہے۔ خدا جانے یہ ایڈیشن 1869ء کے نام سے کس سال شائع ہوا ہوگا۔ کیونکہ اردو میں تاریخ طباعت لکھنا حضرت میاں محمد بخش صاحب کا طریقہ نہیں ہے۔ ثانیاً ایڈیشن اول 1865ء کے آخیر میں جو اُردو اشتہار دیا گیا ہے اور جس قسم کی اردو لکھی ہے کم از کم اُس کے خالق حضرت میاں صاحب ہرگز نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ یہی اندازہ ہے کہ ایڈیشن اول 1865ء کے اشتہارات اور 1869ء یا اس کے مابعد مطبع امیر الدین سے طبع ہونے والی سیف الملوک کے آخیر میں درج عبارات حضرت میاں صاحب موصوف کی بجائے پبلشرز نے لکھی ہوں گی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ ایڈیشن 1869ء (1286ھ) میں ''شریک صحت'' کتاب سیف الملوک کے دو دعوے دار شرف الدین و ملک (محمد جہلمی) کے نام آتے ہیں، اس ایڈیشن کا 1865ء ایڈیشن سے اگر موازنہ کیا جائے تو اس میں ایک شوشہ کی بھی تبدیلی یا صحت نہیں سوائے کچھ عنوانات کے کتابت کی غلطیاں جوں کی توں موجود ہیں۔

ثالثاً ہم نے سیف الملوک کے ایڈیشن اول 66-1865 تا 2020ء قریباً تمام شائع شدہ نسخہ جات کا تقابلی مطالعہ اپنے شیخ محترم سید محمود شاہ صاحب بن علی اکبر شاہ صاحب مرید و خلیفہ حضرت قبلہ میاں محمد بخش صاحب کے قلمی نسخہ کے ساتھ کیا ہے۔ اس تقابلی مقابلے و مطالعے کے دوران یہ مترشح ہوا کہ ایڈیشن اول 1865ء یا اس کی کاپی ایڈیشن 1869ء یا مابعد شائع شدہ نسخہ جات میں سوائے کچھ حروف یا عنوانات کے کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ ان میں اشعار کی تعداد، ترتیب اور الفاظ کی بندش بھی ایک جیسی ہے۔ ایڈیشن اول 66-1865ء کی کوئی کاپی سوائے راقم الحروف کے دنیا کی کسی لائبریری، پرائیویٹ لائبریری یا پنجابی ادب کے کسی شوقین کے پاس موجود نہیں ہے۔ 1869ء کے طباعت شدہ ایڈیشن کی کاپی البتہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے۔ غالباً 1888ء تک یہی ایڈیشن کاپی ہوکر ایک طویل عرصہ تک لاہور میں شائع ہوتا رہا۔ ابھی تک یہ علم نہیں ہو سکا کہ حضرت میاں صاحب کی اجازت عام کے باوجود اگر یہ کتاب کسی اور پبلشر نے لاہور سے شائع کی تو ان دس سالوں میں شائع شدہ مختلف

چھاپہ خانوں کے ایڈیشن کیا ہوئے اور اُن کا کوئی وجود کیوں نہیں ہے۔ اس سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ 1865ء کا ایڈیشن اول ہی کاپی ہو کر آئیندہ 23 سالوں تک لاہور میں متعدد بار شائع ہوتا رہا۔ اس کے زیادہ تر ناشر ملک امیرالدین مطبع مصطفائی لاہور ہی تھے۔ قدیم رسم الخط میں سیف الملوک کی اشاعت 1888ء میں مکمل اردو رسم الخط میں ڈھل گئی۔ نسخہ 1888ء بھی اسی ایڈیشن کی کاپی ہے جو 1865ء تا 1888ء میاں امیر الدین مطبع مصطفائی نے متعدد بار شائع کی۔ اس کے صفحات کی تعداد بھی 370 ہی ہے، صرف کتابت نئی کی گئی اور الفاظ کی بناوٹ بھی تبدیل ہوئی۔ 1898ء میں یونیورسل پریس جہلم کی طبع شدہ سیف الملوک کو شہرت دوام حاصل ہوئی اور اسے عرف عام میں جہلمی نسخہ کہا جاتا ہے۔ 1903ء اور 1905ء کے طبع شدہ نسخہ جات فقیر محمد اور ملک محمد جہلمی اسی ایڈیشن 1898ء کی کاپی ہیں۔ ملک محمد جہلمی صاحب کا شائع کردہ نسخہ 1914ء بھی من وعن 1905ء اور سابقہ ایڈیشن کی کاپی ہے۔ سوائے اضافہ سوانح عمری حضرت میاں صاحب کے، اور کچھ تحقیق ونقد اضافہ نہیں۔

رابعاً، سیف الملوک کے شائقین اور پنجابی ادب کے طلبا یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ 1865ء تا 1907ء اس کتاب کے جملہ اشعار میں نہ تو حضرت میاں صاحب نے کوئی اضافہ کیا نہ قطع و برید کی بلکہ ہمارے خیال میں 66-1865ء کے ایڈیشن اول کی تصحیح کے علاوہ آپ نے اس طرف توجہ ہی نہیں فرمائی اور نہ ہی دوبارہ کبھی اس کی تصحیح کی کوشش کی۔ شروع شروع میں آپ سیف الملوک کو پڑھایا بھی کرتے تھے۔ نسخہ ہذا مملوکہ مالک سید علی اکبر شاہ صاحب نے خود اپنی ڈائری میں لکھا ہے کہ انہوں نے صاحب سیف الملوک سے پوری کتاب سبقاً سبقاً پڑھی تھی۔ سیف الملوک کی نام نہاد تدوین نو کی ضرورت صرف اس وجہ سے پیش آئی جب 1865ء تا 1870ء سیف الملوک کے شائع شدہ ایڈیشن کسی کو دستیاب نہ ہو سکے یا پھر قدیم پنجابی زبان کی لکھائی موجودہ صدی میں آنے تک متروک ہو چکی تھی اس لیے الفاظ کی بناوٹ پر اعتراضات ہوئے۔ ملک محمد صاحب نے 1914ء کے سیف الملوک کے آخر میں صفحہ 449 تا 521 سوانح حیات حضرت میاں صاحب میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ وہ سیف الملوک کے ایڈیشن اول کے وقت اُن کے ساتھ لاہور گئے تھے یا شریک صحت تھے۔ بلکہ پوری سوانح میں صرف دو مرتبہ سیف الملوک کا ذکر کیا ہے۔ ملک صاحب رقمطراز ہیں کہ ''سیف الملوک کی چھپائی سے حضرت میاں صاحب بہت نالاں تھے اور اسی بناء پر بذریعہ تحریر مولوی فقیر محمد صاحب مالک سراج الاخبار جہلم اور ملک محمد صاحب کے نام رجسٹری وکاپی رائیٹ حقوق دے دیے۔'' ملک صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ''آج تک جس کسی صاحب نے اِسے طبع کیا ہے تمام غلط در غلط کر دیا ہے۔''(111)

اس سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اگر وہ خود شریک صحت کتاب رہے ہوتے تو کتاب ''غلط در غلط'' کیوں ہوتی اور اگر ملک محمد صاحب نے 1869ء کے نسخہ کی تصحیح فرمائی تھی یا شریک صحت رہے تھے تو خود انہوں نے اس نسخے کا کیوں تتبع نہ کیا کیونکہ انہوں نے خود 1905ء تا 1914ء سیف الملوک کو

شائع کیا، سوانح عمریاں لکھیں پھر کیا وجہ ہے کہ انہوں نے صفحہ اول کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد دوسرا عنوان حمد باری تعالیٰ'' وغیرہ نہیں دیا۔ یوں سیف الملوک اولین ایڈیشنز ہمیشہ کے لیے آنے والے اسکالرز کی نگاہوں سے اوجھل ہوتے چلے گئے۔

نسخہ قدیم 1865ء کی چند خصوصیات:

نسخہ اول 1865ء کے سرورق کو کاتب نے صفحہ نمبر1 قرار دیا ہے صفحہ نمبر2 کا آغاز

یا اللہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
رب یسر ولاتعسر وتمم بالخیر

سے ہوتا ہے اور اسی صفحہ پر کل 19 اشعار ہیں۔ دوسرا عنوان'' ابتدائے نامہ بنام یگانہ و بحمدہٗ'' ہے اور یہ شعر نمبر20 تا 89 ہے۔[112] پوری کتاب میں تمام عنوانات فارسی زبان میں دیے گئے ہیں اور حاشیہ میں مصنف نے زیادہ تر وضاحتیں اور معانی بھی فارسی زبان میں لکھے ہیں۔صفحہ 10 پر شعر نمبر 190 حاشیہ میں درج ہے جو غالباً کاتب سے رہ گیا تھا۔شعر نمبر 250 میں آپ نے''لرزاں وانگر سطراں سدھیاں'' شعر لکھ کر حاشیہ میں''لرزاں'' کا معنی''شاخاں'' لکھا جو بعد میں آنے والوں نے''شاخاں'' کو اصل لفظ بنا دیا۔حتیٰ کہ یہ غلطی 1905ء تا 1914ء کے ایڈیشنز میں بھی موجود ہے۔[113] پورے نسخہ اول میں یائے معروف یعنی 'ی' اور بڑی 'ے' کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے اس طرح مصنف نے پورے قصے کی صوتی زبان و تاثر کو برقرار رکھا ہے۔مثلا چھل چہل (جھل جھل) پہکہا (بہوکا) وغیرہ۔

بعد میں آنے والوں نے مصنف کی اس محنت شاقہ کو برباد کر دیا جو آپ نے چار ماہ مسلسل لاہور رہ کر اس نسخے کی کتابت میں برداشت کی تھی۔حضرت صاحب کے برتے گئے الفاظ پر غور کرنا نہایت ضروری ہے مثلاً شعر نمبر 378 میں آپ لکھتے ہیں'' ڈھونڈ کرن تھیں ہُٹھیں ناہیں ہُٹ گیئوں تا ہاسہ'' ہُٹ بمعنی تھک جانا ہے۔ 1898ء تک یہ الفاظ ایسے ہی برقرار ہے، 1905ء تا 1914ء یہ الفاظ''ہٹیں'' اور ''ہٹ'' میں تبدیل ہوگئے۔ یہ وہ غلطیاں تھیں جن کی چھان پھٹک نہیں کی گئی اور یہ کام زمانہ حال تک جاری ہے۔[114] دوسری جگہ ہُٹے، مزید وضاحت سے لکھا ہے'' بھر بھر وارے ہُٹے مارے''[115] یہ لفظ تھک جانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔مصنف نے خود معنی بھی حاشیہ میں لکھے ہیں۔

نسخہ اول کی ایک بڑی خصوصیت اعراب ہیں۔ ذُو معنی الفاظ پر اعراب دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ نے نون غنہ سے لفظ کو پنجابی صوتی رنگ دیا ہے مثلاً دُنیاں (دُنیا)، کھانون (کھاون)، کرانون (کراون)، سوہناں (سوہنا)، سچانواں (سچاواں)، اگر مصنف نے ایک ہی لفظ ذو معنی یا معانی

میں مختلف لکھا ہے تو ایسے تمام الفاظ کے معانی دیے ہیں۔ مثلاً اٹک (دریا)، اٹک (رُک جانا)، اسی طرح ''اوہ شاہ مہرے، مہرے ڈُھٹے، مہری آندی، گرمی'' اس شعر میں ''شاہ مہرے، موہرے اور مہری'' کی مصنف نے حاشیہ میں تشریح کی ہے۔ کئی مقامات پر مصنف نے حاشیہ میں ''مقولہ شاعر'' یا ''حاصل کلام'' لکھا ہے۔ جو آئندہ شائع شدہ نسخہ جات میں نظر نہیں آتے۔ مثلاً شعر نمبر 1385 تا 1388 کے بارے میں مصنف نے حاشیہ میں ''طوطیا تمہید'' لکھا ہے اور شعر نمبر 1415 کے بعد عنوان ''مقولہ شاعر در رمز'' حاشیہ میں لکھا ہے لیکن بعد میں آنے والے کسی بھی نسخہ میں یہ عنوان موجود نہیں۔ (115) اسی طرح شعر نمبر 419 اصل نسخہ میں کاتب نے ''من دے حکم عبادت کردے شہر نہیں نفسانی'' لکھا ہے اس شعر میں ''شہر'' کو مصنف نے ''شر'' حاشیہ میں تصحیح کی ہے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ مصنف نے اس نسخۂ اول کی قبل از اشاعت خود تصحیح فرمائی تھی۔ اسی طرح شعر نمبر 1531 کاتب نے چھوڑ دیا تھا جو مصنف نے تصحیح کے ساتھ درج کیا ہے۔ (116)

موجودہ دور کے ''تدوین کاروں'' نے سیف الملوک کے ابواب کو فارسی سے اردو یا پنجابی میں ڈھال دیا ہے جو علمی خیانت ہے۔ جبکہ مصنف نے نسخہ اول کے حاشیہ میں الفاظ کے معانی تک کو فارسی زبان میں لکھا ہے۔ اگر آپ کو شوق ہے یا دوسرے الفاظ میں آپ کو اگر فارسی زبان آتی ہے تو آپ بھی حاشیہ میں پنجابی یا اُردو معانی لکھ دیں مُصنف کی محنت کو تو برباد نہیں کریں۔ شعر نمبر 1686 کی تشریح میں لکھتے ہیں:

بر ناز اُو غرہ بناید شُد، چرا کہ اول بہ ناز فریب دادہ، شیفتہ خود کند
چنانچہ برادران یوسف علیہ السلام اول بدوش برداشتند بازیچہ انداختند (117)

یہ التزام حضرت میاں صاحب نے پوری کتاب میں رکھا ہے اور ایڈیشن اول 1865ء تا 1870ء مصنف کے دیے گئے معانی، حاشیہ اور تشریحات جوں کے توں برقرار نظر آتے ہیں۔ بے شمار مقامات پر مصنف نے حاشیہ لکھنے کے بعد اپنا نام ''محمد'' لکھا ہے۔ اس مختصر مضمون میں مُشتے از خروارے لکھا گیا ہے۔ ہم بہت جلد سیف الملوک کا ایڈیشن اول 1865ء شائع کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ''سیف الملوک کے مشکل مقامات'' بھی زیر طباعت ہے۔ محکمہ اوقاف کشمیر کی یہ اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ ''سیف الملوک'' کے اصلی متن کے علاوہ باقی تمام متون پر پابندی عائد کرے۔

حوالا جات:

* ڈائریکٹر جنرل امریکن فارن سروسز، نیویارک

-1 آپ اپنی کتاب ''ہیر رانجھا'' میں لکھتے ہیں:

تیراں سے تے پندراں ہجری، جدوں ایہ ربا عیاں آئیاں نی
موضع پنجنی بیٹھ کے نظم کیتی جتھے بہت کماں پھیڑاں پائیاں نی

داہے چھ تے اٹھ ہے عمر گذری، ہوئیاں ہمتاں وچ خطائیاں نی
سبھ شرم محمدا پیر نوں جیہو، جیندے کرم اُوتے آساں لائیاں نی

''تمام شد فرمائش فرزند مخدوم صاحب لنگر شریف کہ اسم شریف ایشاں پرسیدہ نہ شدہ بتاریخ 19 ربیع الاول 1315 ہجری مطابق 18 اگست بروز بدھ 1897ء۔ حضرت میاں صاحب کی کتب اور اُن کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہمارے اُستاذ جناب سید محمود شاہ صاحب دامت برکاتہم نے مذکورہ اشعار کی روشنی میں آپ کی تاریخ پیدائش کا سال 1831ء قرار دیا ہے۔ علاقہ کھڑی کی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو۔

Tazkra Muqimi, Qalmi Nuskha Mamlooka Ghulam Ghous Shah, 99.

-2 بشیر مہدی ''صاحب سیف الملوک کے آثار و افکار'' پر مقالہ پاکستان فلاسفیکل کانگریس اجلاس منعقدہ لاہور اپریل 1985 میں پڑھ کر سنایا گیا اور بعدازاں اس کا خلاصہ ''المعارف'' لاہور میں شائع ہوا۔

راقم الحروف نے مذکورہ بالا مقالہ میں لکھا تھا کہ جناب میاں صاحب نے اشعار 463-467 میں سیف الملوک کی تکمیل اور اپنی عمر کی جانب یوں اشارہ کیا ہے:

سنہ مقدس ہجری دساں، باراں سے ست دا ہے
ست اوتے دو ہور محمدؐ اوپر اُوس تھیں آہے
ماہ رمضان مبارک اندر وقت بہار گلابی
سفر العشق مکائی مولیٰ، ہووس فضل جنابی
عمر مصنف دی تد آہی، ترن داہے ترن یکے
پہین وڈی فرماندی ایہو، پتے رب نوں یکے
جہلم گہاٹوں پربت پاسے میر پور تہیں دکہن
کہڑی ملک وچ لوڑن جہیڑے طلب بندے دی رکہن

Mian Muhammad Bakhash- Saif-ul-Malook (Lahore: Matba Mustafai, 1865)21-

پنجابی کے مشہور دانش ور سبط الحسن ضیغم ''تدوین سیف الملوک'' میں رقمطراز ہیں: ''میاں صاحب نے اپنی عظیم تخلیق ''سیف الملوک'' میں اپنے سال پیدائش کے بارے میں اشارہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود بیشتر لکھنے والوں نے اس سلسلہ میں تحقیق سے کام نہیں لیا۔'' یہی شکایت ہمیں بھی اُن موصوف سے ہے کہ انہوں نے راقم الحروف کے مضمون سے استفادہ کرنے کے باوجود اس کا حوالہ تک نہیں دیا۔ اول تو سبط الحسن نے مذکورہ اشعار ہی قطعی غلط لکھے ہیں۔ (تدوین سیف الملوک پیکیجز لمیٹڈ لاہور۔ ستمبر 1993۔ صفحہ 'ث'

ثانیاً یہ ہمارے مضمون محولہ بالا کی نقل ہے۔ اور اس سے جو نتائج آپ نے صفحہ ''ج'' پر درج کیے ہیں وہ ہمارے ہی الفاظ ہیں۔ آپ نے جو تاریخ پیدائش 1830ء نکالی ہے، وہ ٹھیک نہیں۔ حضرت میاں صاحب سے زیادہ اپنی عمر مبارک کے بارے میں کوئی دوسرا کیسے جان سکتا ہے ''تدوین نو'' کے مصنف نے جلد بازی میں اپنی کتاب کی کتابت کی اغلاط تک ٹھیک نہیں کیں اور سیف الملوک کی تکمیل کو 1863ء قرار دیا ہے (ایضاً۔ صفحہ۔ خ)

3- Syed Aman Jaffri " Hazrat Mian Muhammad Bakhsh Sahib. Hayati Ty Shairi" Muqala Ph.D Ghair Matboa Punjab University Lahore 1980 Punjabi Section (T 89-1-91092-1363 M)

4- Malik Muhammad. Sawanh Hayat Mian Muhammad Bakhsh Sahib Dar Akhir "Saif-ul-Malook" Bar Awal Jehlum 1914, 450-452. Dr. Ghulam Hasan Azhar, Mian Muhammad Lahore 1980, 2
Shafi Aqeel. Punjabi ky 5 Qadeem Shair, Anjuman Taraqi Urdu Karachi 1970, 200. Mola Bakhsh Kushta, Punjabi Shairian Da Tazkara, Lahore, 1960, 198.

5۔ سبط الحسن ضیغم صاحب نے جہاں حضرت میاں محمد بخش صاحب کے خاندان کو فاروقی النسل ماننے سے انکار کیا ہے، وہیں اُن کے پوسوال گجر ہونے اور اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو مورث اعلیٰ نہیں مانتے۔ جب پوسوال گجر ہی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی اولاد نہیں تو آپ کے پاس کیا ثبوت باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت میاں صاحب اور اُن کا خاندان گجر تھے جب آپ فاروقی النسل ہونے کا ثبوت نہیں دے سکے اور نہ ہی آپ کی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ آپ فاروقی النسل نہیں تھے تو آپ کا یہ کہنا کہ ''میاں محمد بخش صاحب کے مورث اعلیٰ حضرت فاروق اعظم نہیں تھے اور نہ ہی پوسوال گوت کا دنیائے عرب سے کوئی رشتہ ہے۔۔۔نہ ہی میاں صاحب کا گجروں کی چیچی گوت سے تعلق واسطہ ہے'' (تدوین۔''ق'') تو کوئی اُن سے پوچھے کہ'' متذکرہ بالا'' گفتگو میں کہاں سے آپ نے ثابت کیا کہ حضرت میاں صاحب فاروقی النسل نہیں تھے۔

حقیقت یہ کہ سبط الحسن ضیغم صاحب اپنا نسلی تفاخر وعصبیت چھپا نہیں سکے، نواب سندھی خان اور مسمات مکوں کے واقعات کے ضمن میں جب ملک محمد صاحب سوانح نگار حضرت میاں صاحب نے حضرت میاں صاحب کے چہرہ مبارک سے جلالیت کے آثار محسوس کیے تو اسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مناسبت سے ''رگ فاروقی'' لکھا (''سیف الملوک ایڈیشن 1914 صفحہ 481) جس پر سبط الحسن ضیغم خوش نہیں ہوئے۔ حقیقت بات یہ ہے کہ جب تک آپ کے لیے ''گجر'' ہونا ثابت نہ ہو جائے، اس وقت تک ملک محمد صاحب کی تحقیق کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ سبط الحسن صاحب نے نہ صرف میاں محمد بخش صاحب بلکہ آپ کے مرشد حضرت سید پیر شاہ غازی قلندر رضی اللہ عنہ کے آباؤ اجداد کو غیر مسلم اور ہندوؤں کی اولاد قرار دے دیا اور ذرا نہیں سوچا کہ حضرت میاں صاحب کا مرید اور شاگردِ خاص کس طرح یہ جھوٹ اپنے مرشد سے منسوب کر سکتا تھا۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب جو صاحب حال ولی اللہ تھے انہوں نے حضرت پیر شاہ قلندر غازی رحمتہ اللہ علیہ کو جب آل رسول قرار دیا ہو تو کسی اور کی کیا مجال رہ جاتی ہے کہ اس سے انکار کرے۔ ملک محمد جہلمی ایک اور جگہ موضع چکڑالی کے صاحب زادہ عبدالحکیم صاحب ولی کامل وغوث روزگار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بزرگ خاندان قوم گکھڑ سے ہیں (ایضا-482) مزید لکھتے ہیں کہ حضرت میاں محمد صاحب قبلہ کے پڑدادا مرشد حضرت حاجی صاحب بگا شیر درکالی خاندان گکھڑے سے تھے اسی وجہ سے آپ کو راجہ محمد خان صاحب کی طرف سے خاص نظر عنایت تھی۔ حضرت حاجی صاحب عرف بگا شیر کا اصلی نام مبارک مرید خان ہے'' (ایضا-484) مذکورہ بالا بحث سے مترشح ہوتا ہے کہ ملک محمد جہلمی صاحب نے کوئی بات بلا تحقیق نہیں لکھی اور اپنے مرشد صادق حضرت میاں محمد بخش صاحب سے جو کچھ سنا،

سوانح میں لکھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر علمی فروگزاشتوں کے باوجود ہم نے ملک محمد جہلمی صاحب کو ایک مستند ماخذ کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔

6- Sibat ul Hasan, Saif-ul-Malook (Tadven-e-No) "ص"

7- As Above, P.ر۔ش

8- As Above, P. ث

9۔ حضرت قاضی سلطان محمود آ دانی (ملفوظات) موئف نواب معشوق یار جنگ کمشنر حیدرآباد دکن۔ حاشیہ مولوی برکت علی شہید، جہلم۔ (مطبوعہ استقلال پریس لاہور) 1964۔ صفحہ 31 پر شجرہ نسب ہے۔ حضرت پیر شاہ غازی کا تذکرہ صفحہ 42 تا 48

10- Sibat ul Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, P. ق۔ث

11۔ ملک محمد ٹھیکدار (سوانح عمری حضرت میاں محمد صاحب) ''سیف الملوک'' سراج المطابع جہلم 1914 از صفحات 449 تا 521۔ ملک صاحب نے بھی بابا دین محمد صاحب کو حضرت میاں صاحب کا پڑ دادا لکھا ہے (صفحہ نمبر 450) جو کہ یقیناً غلط فہمی ہے۔ یہاں سوال اُبھرتا ہے کہ اگر ملک محمد ٹھیکیدار نے میاں صاحب کے پڑدادا کا نام غلط لکھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ملک محمد صاحب نے خود تذکرہ مقیمی کا ترجمہ ''بوستان قلندری'' کے نام سے کیا۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے تھا کہ بابا دین محمد صاحب حضرت میاں صاحب کے پڑدادا نہیں تھے۔ برعکس اس کے مولوی محبوب علی صاحب مرحوم (2 نومبر 1910 تا 20 جنوری 1985) نے اپنی محنت و کاوش سے بے شمار معلومات حضرت میاں صاحب کے بارے میں دی ہیں یہاں تک کہ حضرت میاں صاحب کی نماز جنازہ کی تفصیل دیتے لکھا ہے کہ حافظ مطیع اللہ صاحب سموال شریف (جو حضرت میاں صاحب کے استادِ گرامی کے فرزند، بڑے جید عالم تھے۔ مولوی صاحب نے بچشم خود اُن کی زیارت بھی کی) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مولوی محبوب علی فقیر۔ سیف الملوک (سوانح حضرت میاں محمد صاحب) مطبوعہ ملک غلام نور اینڈ سنز جہلم۔ سن نامعلوم۔ از صفحہ 501 تا 543) مولوی محبوب علی مرحوم سے شیخ محترم محمود شاہ صاحب کی ملاقات 1934 میں ہوئی تھی۔ آپ کے بڑے بھائی غلام غوث شاہ صاحب سجادہ نشین دربار کھڑی شریف سے مولوی صاحب کے مراسم 1933 سے تھے جب وہ تھانہ دینہ میں پولیس آفیسر تھے۔ مولوی محبوب علی صاحب اس حلقہ میں پٹواری تھے؛ اپنی تدوین کردہ سیف الملوک کے آخر میں کئی مقامات پر حضرت سید غلام غوث شاہ کا ذکر مبارک ہے۔ راقم الحروف نے اپنے شیخ محترم کے ہمراہ کئی بار مولوی صاحب مذکور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

12- Molvi Mehboob Ali Sawanh-e-Umri, P.539

13- As Above, P.505

14۔ میاں محمد بخش صاحب مثنوی نیرنگ عشق، مطبوعہ جہلم 1964 صفحہ 10۔ سائیں شاہ غلام محمد صاحب بن غلام مصطفیٰ صاحب بن چودھری درویش رحمت اللہ تعالی، وصال یکم ذیقعد بروز ہفتہ 274 ہجری مطابق 12 جون 1888۔ مثنوی نیرنگ عشق صف 11

15- Malik Muhammad Thekadar. Sawanh-e-Umri Mazkura. 454.

16۔ شاہ گل حسن صاحب مرتب ''تذکرہ غوثیہ'' طبع قدیم دہلی، سنہ ندارد۔صفحہ 129۔حضرت میاں صاحب نے یہ ملاقات یقیناً اپنی جوانی میں کی ہو گی۔ آپ نے سیف الملوک 1863 میں مکمل کی۔ جبکہ 1862 میں حضرت سید احمد ولی کا وصال ہو گیا۔ دیپاچہ ''سیف الملوک'' کے ابتدائی 691اشعار اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے کیسے کیسے صاحبان کمال سے روحانی استفادہ کیا ہوگا۔

17۔ میاں محمد بخش صاحب، سوہنی میہنوال، مطبوعہ جہلم، 1964، صفحہ 15۔حضرت میاں صاحب کے والد گرامی میاں شمس الدین بھی اپنے وقت کے بلند پایہ عالم تھے اور روحانیت میں صاحب کمال بزرگ تھے۔ بوجہ علمی ذوق وشوق ''در حالت طفلی درویشانہ از خانہ آوارہ شدہ، برائے تحصیل علم در شہر گجرات آمدند'' (تذکرہ مقیمی، قلمی نسخہ مملوکہ سید غلام غوث شاہ صاحب برادر زادہ سید محمود شاہ صاحب، برگ 144) ثابت ہوا کہ اس وقت گجرات درس و تدریس میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا اور یہاں فاضل اجل بزرگان دین اور دیگر تشنگان علم آیا کرتے تھے۔میاں شمس الدین صاحب نے علم شریعت وطریقت میں اس قدر عبور حاصل کیا کہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی جیسے نادر روزگار عالم آپ کو ملنے آتے اور گھنٹوں علمی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے تھے۔ (تذکرہ مقیمی برگ 163الف) حضرت میاں شمس الدین نے 1264ھ مطابق 1848 میں رحلت فرمائی حضرت میاں صاحب نے آپ کی تاریخ وفات یوں بیان فرمائی ہے۔

''رفت با اوج ابد
شمس دنیا و دین 1264ھ''

حضرت میاں صاحب مزید لکھتے ہیں کہ بوقت رحلت آپ نے فرمایا: ''مرا اولیائی و دانائی ہر دو عنایت کردہ بودند و من بکار دنیا دانائی را خرج نمودہ ام نہ اولیائی را'' (ایضاً برگ 165)

18۔ ملک محمد صاحب ایضاً صفحہ 460 ملک صاحب 16-17 سالہ نوجوان تھے جب حضرت میاں صاحب کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ ملک صاحب پیشہ ور ادیب یا سوانح نگار نہ تھے۔ نہ ہی انہوں نے مربوط سوانح اپنے مرشد کی مرتب کی اس کے باوجود یہ ایک مستند دستاویز ہے اور ہم نے اس کے متن پر جُزوی طور پر اعتماد کیا ہے اور جہاں درستی کی ضرورت تھی اسے واضع کر دیا ہے۔میاں صاحب کے شب و روز عبادات و ریاضت، خوراک، حتیٰ کہ مختلف اوقات میں آپ کے اسفار، ہم عصر بزرگان سے ملاقاتیں اور بیماری کی معلومات بھی ملک صاحب نے دی ہیں۔حضرت میاں صاحب کے باورچی سائیں کھیوا کے بارے میں بھی صرف اسی سوانح سے علم ہوتا ہے، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ سوانح کتنی مستند ہے لیکن بہرحال نادانستہ غلطی کا امکان ہر جگہ ہوتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل ڈاکٹر غلام حسین اظہر نے آپ کے آثار وافکار پر جو کچھ لکھا اس کا بیشتر حصہ محل نظر ہے۔مثلا ''سیف الملوک'' کے پہلے شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ''یہ سوکھا باغ وہ معاشرہ ہے جس کی توانائیوں کو آکاس بیل کی طرح مہاجنی جاگیردارانہ اور آمرانہ نظام نے چوس لیا تھا اور وہ خزاں زدہ باغ کا منظر پیش کر رہا تھا''۔ (ڈاکٹر غلام حسین اظہر، ''میاں محمد'' پبلشرز کتب مینار لاہور 1980) اگر ڈاکٹر صاحب ملک محمد صاحب کی لکھی ہوئی سوانح کا مطالعہ فرما لیتے تو اتنی بڑی تشریحی غلطی کے مرتکب نہ ہوتے۔

19۔ ملک محمد جہلمی، سوانح صف 521۔ 1914 کے ''سیف الملوک'' کے ایڈیشن کے اخیر صفحہ 522 پر اپنی تقریظ

میں قاضی عطا محمد صاحب نائب تحصیل دار جہلم رقمطراز ہیں کہ ''جو کچھ میاں ملک محمد صاحب ٹھیکدار نے مشتے نمونہ از خروارے لکھا، بہت صحیح اور بے کم، کاست تحریر کیا۔ صرف ملک صاحب کو ہی ان کی معلومات نہیں، بلکہ ہزاروں لوگ جو حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، ان درج شدہ حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ حضرت میاں صاحب جہاں کہیں کسی درویش یا عالم کا سنتے، ضرور ملنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت قاضی سلطان محمود اعانی سے ذاتی مراسم تھے۔ حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پور نے ملک محمد جہلمی صاحب کو ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ ایک ہندو صرف حضرت میاں صاحب کی کتاب سیف الملوک پڑھ کر اس کی تاثیر سے مسلمان ہو گیا تھا (ایضاً صفحہ 456) مشہور مجذوب حضرت سائیں جنگو شاہ سے بھی حضرت میاں صاحب نے ملاقات کی جن کا ذکر خیر حضرت غوث علی شاہ صاحب قلندر پانی پتی رضی اللہ عنہ صاحب ''تذکرہ غوثیہ'' نے کیا ہے اور اُن کو ''ابدال وقت'' قرار دیا ہے۔ ملک محمد ٹھکیدار جہلم کی وفات 28 مئی 1923ء مطابق 11 شوال 1341 ہجری بروز سوموار ہوئی (ذاتی ڈائیری حضرت علی اکبر شاہ صاحب مرید حضرت میاں محمد بخش صاحب، صفحہ 105) ملک صاحب مرحوم اور سید علی اکبر شاہ صاحب دونوں بزرگ قریباً ہم عمر تھے۔ جناب علی اکبر شاہ صاحب 1863 میں پیدا ہوئے 15 سال کی عمر میں جناب میاں محمد صاحب سے سیف الملوک پڑھنی شروع کی جبکہ ملک صاحب مرحوم نے بھی پندرہ سولہ سال کی عمر میں میاں صاحب سے ملاقات کی۔

20۔ پاکٹ ڈائری، علی اکبر شاہ صاحب ایضاً صفحہ 105 سید علی اکبر شاہ صاحب مزید لکھتے ہیں کہ انہوں نے سیف الملوک مصنف رحمتہ اللہ علیہ سے 1877 سے 1896 تک پڑھی ''اکتوبر 1896ء میں پنجنی شریف میں حاضر خدمت ہوا، تمبا کونوشی چھوڑ دی اور نومبر 1901 میں سرکاری نوکری (ڈاکٹر حیوانات) چھوڑ دی اور 18 دسمبر 1901 بوسیلہ جناب قاضی صاحب اعوان شریف حاضر خدمت (حضرت میاں محمد صاحب) ہوا اور بیعت کر لی'' (ایضاً۔ صفحہ 105) جناب علی اکبر شاہ صاحب 19 جنوری 1924 میں فوت ہوئے، آپ نے اپنی تاریخ پیدائش 5 جنوری 1863 لکھی ہے۔ صرف 15-14 سال کی عمر میں حضرت میاں محمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اپریل 1888 میں لاہور امتحان وٹیرنری ڈاکٹر پاس کیا اور 13 مئی 1888 سے نومبر 1901 تک پنڈ داون خان میں سرکاری ملازمت کی اور تمام زندگی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ (ایضاً۔ ڈائری 84-114)

ہمارے پاس ایڈیشن اول 1865 کے صفحہ اول پر جناب سید علی اکبر شاہ صاحب کے دست خط ہیں یہ وہی نسخہ مطبوعہ جو خود مصنف نے آنجناب کو دیا تھا۔

21۔ سبط الحسن ضیغم، تدوین نو سیف الملوک صفحہ 11، سبط الحسن صاحب نے سوائے نسب حضرت میاں صاحب، یا تفصیل سوانح پیر شاہ غازی قلندر، باقی تمام واقعات من وعن ملک محمد جہلمی صاحب سے مستعار لیے ہیں۔

22۔ بشیر مہدی، ''صاحبِ سیف الملوک کے آثار و افکار'' المعارف، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور مارچ اپریل 1988ء، صفحہ 103-112، یہ مقالہ پاکستان فلاسفیکل کانگریس اجلاس منعقدہ لاہور 1985ء میں پڑھ کر سنایا گیا تھا۔ المعارف نے اس مضمون کی بیشتر تحقیقی تنقیدات کو حذف کر دیا۔

23- Malik Muhammad Jehulmi, Saif-ul-Malook, Edition 1914, Mazkura. 518-519

24- Sibat ul Hasan, Saif-ul-Malook (Tadven-e-No), P. ر۔ب

25- Malik Muhammad Jehulmi, 520

26۔ حافظ قادر بخش صاحب مرحوم و مغفور میاں صاحب کے مریدین میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش کا علم نہیں ہوسکا۔ آپ کی وفات 29 اکتوبر 1918ء میں ہوئی اور آپ بمقام دھنی ضلع گجرات اپنے گاؤں میں مدفون ہوئے۔ مقامی قبرستان میں آپ کی قبر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے کتبہ لگا ہوا ہے، ان کے صاحب زادے حافظ کرم داد صاحب 1885ء میں پیدا ہوئے، سال کا علم نہیں ہوسکا ان کی وفات 6 اپریل 1978 میں ہوئی اور اپنے والد بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ قبروں کی زبوں حالی بتاتی ہے کہ پس ماندگان نے ادھر کا رخ تک کبھی نہیں کیا۔ حافظ کرم داد صاحب نے پہلی شادی 1910ء میں کی جس سے سید بیگم اور رحم داد صاحب پیدا ہوئے۔ رحم داد صاحب کی تاریخ پیدائش یکم اگست 1911ئہے دوسری شادی سے عبدالعزیز، محمد بشیر اور غلام غوث پیدا ہوئے، رحم دادا صاحب سے آپ کے پانچ صاحب زادے ہیں جن میں سے ہماری ملاقات محمد مشتاق صاحب سے ہو چکی ہے۔ جناب رحم داد صاحب سے بھی راقم الحروف متعدد بار ملا۔ میرے شیخ محترم سید محمود شاہ صاحب سے آپ کی خط و کتابت بھی تھی اور خطوط میں راقم الحروف کا ذکر بھی آپ نے نہایت محبت سے کیا ہے۔ اُن دنوں ہم سیف الملوک پر کام کر رہے تھے سیف الملوک کا قدیم ترین ایڈیشن جو حضرت سید محمود شاہ کو اپنے والد محترم اور مرید خاص علی اکبر شاہ صاحب سے ملا تھا۔ راقم الحروف نے اسکی مکمل فوٹوز لی تھیں جو ابھی تک محفوظ ہیں۔ اسی نسخہ سے حافظ قادر بخش صاحب نے بھی حضرت میاں صاحب سے سبقاً سبقاً تعلیم لی تھی۔ اس نسخہ کو حضرت شیخ محترم نے خود جلد کیا اور اس کے بارے میں جو نوٹس لکھے وہ تا حال اس نسخہ کے اول آخر موجود ہیں۔

1865ء کا یہ پہلا ایڈیشن ہمارے شیخ محترم سید محمود شاہ صاحب سے جناب رحم داد صاحب عاریتاً مانگ کر لے گئے تھے اس وقت راقم الحروف اپنی تعلیم کے سلسلہ میں امریکہ چلا آیا تھا۔ ابھی حال ہی میں ہم نے جناب مشتاق احمد صاحب (پسر رحم دادا صاحب مرحوم و مغفور) سے اُن کی رہائش گاہ واقع دُھنی ملاقات کی اور اس نسخہ کی واپسی کی درخواست کی جیسے آنجناب نے مسترد کر دیا۔

راقم الحروف نے اس نسخہ کے عکس فوٹوز بھی انہیں دکھلائے اور اپنا ریسرچ ورک بھی لیکن وہ نسخہ واپس کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ اس نسخہ کے ابتدائی اوراق اور بیشتر کئی دیگر ابواب موجود نہیں رہے حالانکہ ہمارے پاس اس کی مکمل کاپی موجود ہے۔ اس اولین ایڈیشن کے صفحہ نمبر 4 پر سید علی اکبر شاہ صاحب نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ یہ نسخہ انہیں مرشد صاحب نے عطا کیا (مرشد صاحب سے مراد حضرت میاں محمد بخش صاحب ہیں) اور 23 فروری 1877 کی تاریخ ثبت کی ہے اس نسخہ کے متعدد مقامات پر حضرت میاں صاحب کے شاگرد مرید قادر بخش صاحب کے بھی دست خط ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ یہ کتاب اُن کے مرشد گرامی کی تخلیق ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قدیم ترین ایڈیشن سیف الملوک ہے۔

27- Malvi Mehboob Ali Faqir. "Saif-ul-Malook" Sawanh-e-Umri. 541-542

28- "Saif-ul-Malook" Edition Awal (1865 ya Ma-Bad) Taba Mustafai Lahore

Ba-Ehtemam Amir-ud-Din 12, Sher No. 256.

29- As Above, Sher No. 245

30- Sibat ul Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, P. الف۔د

31۔ یہ کتابچہ 1282ہجری میں مکمل ہوا جبکہ سیف الملوک 1273ہجری میں مکمل ہو چکی تھی ''قصہ سخی خواص خان''، مطبوعہ جہلم بار اول، 1964ء صفحہ 40۔ (قصہ سخی خواص خان کا مطبوعہ نسخہ 1875ء انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے)

''دوہڑے بیت سی حرفیاں، غزل شجرے نہیں آوندا کجھ شمار ہے جی''

آپ نے اپنی کتب کی یہی فہرست اپنے ایک اور کتابچہ'' مرزا صاحباں'' کے صفحہ 112 پر بھی دی ہے۔اور اس میں ''سیف الملوک'' کا ذکر فرمایا ہے۔

32- Saif-ul-Malook, Edition Awal, 370

33- Sibat ul Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, الف۔ن

34- Sibat ul Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, الف۔ن

35- Saif-ul-Malook, Edition Awal (1865) Mazkura, Title

36- Qissa Sakhi Khawas Khan, Matboa Jehlum Bar Awal 1964, 40

37- Qissa Sakhi Khawas Khan, 38

38- Hazrat Mian Muhammad Bakhsh, Sohni Mahinwal, Matboa Jehlum, Saan Nadarad, 15.

39- اختر امان جعفری، مقالہ مذکور صفحہ 286 یہ تحقیق درست نہیں، انڈیا آفس لائبریری میں ''قصہ شاہ منصور'' مطبوعہ 1868 مصنف ''میاں محمد'' موجود ہے۔نمبر 1552۔VT۔Library of India Office

40۔ ایضاً صفحہ 7]. Vol.II,PartIII.byJ.F. Blumhardt, London 1902.

علاوہ ازیں 1872اور 1874 کے مطبوعہ نسخہ جات بھی ہیں۔ایضاً صفحہ 16

41- Sibat ul Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, P. ر۔ج

42۔ قصہ سخی خواص خان مطبوعہ لاہور 1875ء، انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہے اس میں مصنف حضرت میاں صاحب کا نام گرامی صرف ''محمد'' لکھا ہے۔اسی طرح ''مرزا صاحباں'' مطبوعہ لاہور 1874ء انڈیا آفس لائبریری کے ریکارڈ میں موجود ہے۔اس میں میاں صاحب کا نام گرامی محمد فقیر لکھا ہوا ہے قصہ شاہ منصور مطبوعہ 1868 نیز 1872 اور 1874 کے نسخہ جات انڈیا آفس میں موجود ہیں۔ان میں حضرت میاں صاحب کا نام ''میاں محمد'' درج ہے جبکہ تحفہ میراں مطبوعہ لاہور 1879ء کا نسخہ اچھی حالت میں انڈیا آفس لائبریری موجود ہے۔اس کے سرورق پر مصنف کا نام صرف ''میاں صاحب'' لکھا ہے۔''سی حرفی'' مطبوعہ 1872ء لاہور، جو صرف 16 صفحات پر مشتمل ہے اس پر مصنف کا نام ''محمد فقیر'' لکھا ہے۔حضرت میاں محمد بخش صاحب کی زندگی، آثار و افکار پر کام کرنے والوں کے لیے از بس ضروری ہے کہ وہ انڈیا آفس لائبریری کیٹلاگ مصنف J.F. Blumharadt کا ضرور مطالعہ کریں۔اسی طرح ''بیت میاں محمد'' کے نام سے برٹش لائبریری لندن میں 16 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ موجود ہے جو 25اپریل 1868ء

''درمطبع کوہ طور لاہور باہتمام نتھو رام طبع گردید'' یہ کتابچہ 1000 کی تعداد میں چھپا، اس کے سرورق پر حضرت میاں صاحب کا نام ''محمد'' لکھا ہے۔ اِسی طرح ''بیت سی حرفی از محمد فقیر'' مطبع قادری لاہور 1881ء انڈیا آفس لائبریری نمبر {VT 1549(0)} میں موجود ہے جو آپ نے اپنے شاگرد رشید ملک محمد جہلمی سے انتساب کی ہے اس کے سرورق پر ایک رباعی اُردو میں حضرت میاں صاحب نے لکھی ہے، فارسی میں سرورق پر لکھا ہے ''این ابیات از تصنیفات محمد فقیر جاروب کش حضرت پیر پیرا شاہ غازی قدس سرہ دمڑی والہ کہ سجادہ نشین الیشان میاں بہاول بخش صاحب است و این تصنیف وتحریر پاس خاطر ملک''، ''بیت سی حرفی'' کا آغاز یوں ہوتا ہے:

'الف اُوٹھ اُوداس ہاں مین راول، کہڑے پاس سیو گھر بار میرا
گل ٹل وجے نت کوچ والہ، پیاء ہونوندا بہار تیار میرا
کہل آلتھے اج لد جاناں، نہیں رہین دے نال قرار میرا
پھڑے ملک مہار محمدا جیؤ تاہیں مغرے پہنچ سی بیار میرا'

43- Hazrat Mian Muhammad Bakhsh Sahib, Fuqar Nama/ Gulzar Fuqar Matba Samdi, Bar Awal Sialkot 1290 Hijri, 31.

44- Hazrat Mian Muhammad Bakhsh Sahib Qissa Sheikh Sanaan, Matboa Islamia Press Jehlum, San Nadarad, 33

باراں سو چوہتر 1274ھ آہے سن تاریخ لکھانواں
نام محمد شاعر سن داء عاجز شخص نتھانواں'

45۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب تحفہ میراں مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور 1296 ہجری کتاب کے سرورق پر مصنف کا نام گرامی ''مولانا میاں صاحب ساکن خانقاہ پیرا شاہ غازی'' حسب فرمائش ملک ساکن جہلم باہتمام امیر الدین، لکھا ہے وجہ تسمیہ کتاب اور تاریخ تصنیف کے بارے میں حضرت مصنف'' رقمطراز ہیں:

ہندی وچ زبان مناقب لکھ کھڑی ول میراں
اس نسخے داء نام اونہاں نے دہر یا تحفہ میراں
شالا تیرے محمد ولوں ایہ تحفہ اوس جائے
میں عاجز ول نظر کرم دی حضرت میرا پائے
سنہ مبارک ہجری آہا باراں سو چوہتر
جاں تصنیف محمد کیتا ایہ مبارک دفتر

آپ کے شاگرد ملک ساکن جہلم (ملک محمد صاحب ٹھیکدار جہلم) نے بھی فارسی میں تاریخ یوں لکھی ہے:

کرد تصنیف تحفہ میراں
سال طبعش بجسم ازدل و جاں
گفت ہاتف بصدق دل دانی
''واہ کرامات شاہ گیلانی'' 1274ھ

کتاب کے صفحہ آخر پر ''بندہ ملک ساکن جہلم شاگرد مصنف'' لکھا ہے اور کتاب کی اشاعت کی اجازت صرف امیر الدین مالک مطبع مصطفائی لاہور کو دی گئی ہے۔ (انڈیا آفس لائبریری لندن نمبر VT.1509(T) صفحہ 70-69) 1296ہجری مطابق 1879ء تک ملک محمد صاحب جہلمی نے متعدد بار حضرت میاں صاحب کی کتب کو شائع کروایا۔ 1865ء میں سیف الملوک کی اشاعت کے بعد مطبع امیر الدین سے جب بھی سیف الملوک کی پریس کاپی کو شائع کیا گیا اس پر ملک جہلم کا نام ملتا ہے انڈیا آفس لائبریری میں سیف الملوک کا 1869ء کا ایڈیشن موجود ہے۔ جس کے سرورق پر درصحت شریک شرف الدین و ملک ساکن جہلم لکھا ہے اور نسخہ کے صفحہ 370 حاشیہ میں بھی یہی دونوں نام ہیں۔ جبکہ یہ ایڈیشن اول کی پریس کاپی کی قریباً ہو بہو نقل ہے اور اس میں ایک شوشہ کی بھی صحت نہیں کی گئی سوائے سرورق کے اور ابتدائی دو صفحات کے عنوانات کے جن میں نہ جانے کس مصلحت کے تحت ترمیم و اضافہ کیا گیا۔

46- Hazrat Mian Muhammad Bakhsh Sahib Masnavi nerang Ishq Matboa Jehlum April 1964, 16

''محمد جاں ہویا ایہ نسخہ تمام　　سنو نیرنگ عشق اس دا کیتا نام

لکھاں تاریخ آساں تانہ ہو رنج　　ستر باراں سَے 1275ھ اُتے ہور پنج''

یہ کتاب محکمہ اوقاف کے آنے سے پہلے بسعیٔ غلام غوث شاہ صاحب مرید و خلیفہ حضرت میاں صاحب کلید بردار دربار شریف نے پنجاب الیکٹرک پریس گجرات سے چھپوائی۔ طابع و ناشر ملک غلام نور اینڈ سنز تاجران کتب جہلم تھے۔

47۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب شریں فرہاد، جہلم 1978ء میاں صاحب نے کتاب کی تاریخ یوں برآمد کی ہے:

باراں سے چھہتر ہجری سن پچھان　　ایہ تصنیف فقیر نے کیتی بیٹھ مکان

میاں سکندر صاحب نے اس کتاب کا کوئی ابتدائی مطبوعہ نسخہ استعمال کیا ہوگا، کیونکہ اس کا کوئی خطی نسخہ تاحال دستیاب نہیں ہو سکا ''قصہ شریں فرہاد'' کے الفاظ زیادہ تر پہاڑی یعنی پوٹھوہاری ہیں اس لیے جب تک الفاظ کو اُس زباں میں ادا نہ کیا جائے پورا لطف حاصل نہیں ہوگا؛ مثلاً پہاج، پہائی، پھکڑا ٹھل، کہڑے، کہٹاڑ، ٹہال، پہور، پہار، تہان، پَہلا، پُہلا، کتھا، وغیرہ

48۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب تحفہ رسولیہ ﷺ مطبوعہ آزاد کشمیر 1978ء تصحیح از مولوی محبوب علی مرحوم، ''تحفہ رسولیہ'' بھی برٹش لائبریری/انڈیا آفس، برٹش میوزیم کے کیٹلاگ پر موجود نہیں۔ بہرحال یہ کتاب 1288ھ مطابق 72-1871ء لاہور میں طبع ہوئی۔ اس کا ہمارے پاس قلمی نسخہ موجود ہے جو حضرت سید محمود شاہ صاحب نے اصل کتاب سے نقل کیا۔ اس کتاب میں کل 12445 اشعار ہیں۔ حضرت میاں صاحب نے کتاب کی تاریخ یوں بیان فرمائی ہے:

ہویا تم رسولیؐ تحفہ روز قمر دے فجری　　باراں سے اکاسی آیا سن مبارک ہجری (صفحہ 127)

72-1871ء میں طبع شدہ کتاب کا کاغذ ناقص، طباعت خراب اور نفس مضمون میں فاش غلطیاں ہیں۔ کتابت ایسی ہے کہ الفاظ کو پڑھنا دشوار ہے۔ سید محمود شاہ صاحب نے اصل نسخہ اپنے والد محترم سید علی اکبر شاہ صاحب (مرید خاص حضرت میاں صاحب) کے اُس نسخہ سے نقل کیا جو مطبوعہ 72-1871ء تھا۔ اسے

بھی محکمہ اوقاف نے طبع کروایا جو غلطیوں سے مبراء نہیں ہے۔

49۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب، قصہ سخی خواص خان پرشین گھر مطبوعہ لاہور 1875ء (نمبر VT.1502) صفحہ 38 انڈیا آفس لائبریری لندن۔ ملاحظہ ہو۔

J.F. Blumbardt, catalogue of the Library of India office, Vol.II, Part III, London 1902, P.23 اس کتابچے کو اپنی زیرنگرانی سید غلام غوث شاہ صاحب نے پنجاب الیکٹرک پریس گجرات سے 1964ء میں چھپوایا اور ملک غلام نور اینڈ سنز تاجران کتب جہلم نے شائع کیا۔ حضرت میاں صاحب نے اپنی غیر مطبوعہ کتب کی فہرست صفحہ 40 پر درج کی ہے۔ یہی فہرست کتب آپ نے اپنے ایک اور کتابچے، مرزا صاحباں'' صفحہ 113 پر رقم کی ہے (جس میں ''سیف الملوک'' کا بھی ذکر ہے)

قصے نوں فقیر ہے آکھ بیٹھا، ہر یک کاسہ مدھ مست دا جے
دوہڑے بیت محمدا ہور چیزاں لیکھا کون کرے رست دا جے

(حضرت میاں محمد بخش صاحب) محمد فقیر، مرزا صاحباں، لاہور۔ پرشین گھر 1874ء، صفحہ 112، انڈیا آفس لائبریری لندن Vt.1503؛ ''قصہ مرزا صاحباں'' لاہور 1972، صفحہ 107

رمزاں نال بھرپور کتاب ساری نکتہ سخن بھی سمجھ نہ پایا سی
مہربانیاں مرد حقانیاں تھیں، بخزا ایس فقیر نے پایا سی

50۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب (محمد فقیر) قصہ مرزا صاحباں، لاہور پرشین گھر 1874، انڈیا آفس لائبریری لندن نمبر VT.1503، صفحہ 112، اس کتاب کو مولوی محبوب علی صاحب مرحوم نے جدید پنجابی میں مرتب کیا۔ اور میاں محمد زمان صاحب کی زیرنگرانی 1972 میں استقلال پریس لاہور سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے 118 صفحات اور 1647 اشعار ہیں حضرت میاں صاحب کے احوال و آثار پر کام کرنے والے یاد رکھیں کہ 1865 میں ''سیف الملوک'' کے منظر عام پر آنے کے بعد آپ کی تمام سابقہ کتب کو مطبع خانوں نے ہاتھوں ہاتھ لے کر شائع کیا۔

51- Mian Muhammad Bahsh Sahib Panj Gang. Taba Jehlum, 1971, 18.

تیراں سوتے چار سی سن ہجری جدوں ایہ رباعیاں آئیاں نی
ہوسی فیض محمدا پڑھن والے جے تاں سائیاں دے من بھائیاں نی

''پنج گنج''، ''سسی پنوں'' اور ''باراں ماہ'' کو محکمہ اوقاف آزاد کشمیر نے شائع کرا دیا ہے۔

52۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب (محمد فقیر) مطبع قادری لاہور 1881ء انڈیا آفس لائبریری نمبر VT.1509-0 یہ کتابچہ طباعت کے مراحل میں ہے ایک دوسری ''سی حرفی'' مطبوعہ 1872ء بھی انڈیا آفس کے ریکارڈ میں موجود ہے جو تلاش کرنے پر نہیں مل سکی۔ (VT.1549-1872)

53۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب ''بیت محمد'' مطبع کوہ طور لاہور، باہتمام نتھو بیگ 1868ء برٹش لائبریری۔ نمبر VT.1549 اس مختصر رسالے کو جلد شائع کر دیا جائیگا۔

54۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب ''ہیر رانجھا''، تصحیح، مولوی محبوب علی مرحوم، ناشر محکمہ اوقاف آزاد کشمیر، 1980ء سبط الحسن صاحب فرماتے ہیں کہ ''قصہ ہیر رانجھا'' ہماری نظر سے تلاشِ بسیار کے باوجود نہیں گزرا، لیکن آپ

کی باقی رچناؤں کی طرح میاں صاحب کی یہ تخلیق بھی یقیناً اہم ادبی دستاویز ہوگی، ڈاکٹر اختر امان جعفری کو بھی یہ رسالہ نہیں مل سکا۔ خدا جانے سبط الحسن صاحب نے کہاں تلاش بسیار فرمائی۔ حالانکہ یہ کتابچہ عام دستیاب تھا۔ میاں صاحب رسالہ کی تاریخ یوں لکھتے ہیں:

۱۳۱۵

''تیراں سے تے پندراں سن ہجری، جدوں ایہ رباعیاں آئیاں نی
موضع پنجنی بیٹھ کے نظم کیتی جتھے بہت کماں بھیڑاں پائیاں نی
داہے چھ تے اٹھ ہے عمر گزری، ہوشاں ہمتاں وچ خطائیاں نی
سبھ شرم محمدا پیرنوں جی، جیندے کرم اوتے آساں لائیاں نی''

55۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب ''ہدایت المومنین'' بار اول اسلامیہ سٹیم پریس لاہور، 1912ء، صفحہ 105۔ خدا جانے ڈاکٹر اختر امان جعفری نے کہاں سے پڑھا کہ یہ کتاب پہلی مرتبہ ملک غلام نور اینڈ سنز نے جہلم سے شائع کی۔ (مقالہ غیر مطبوعہ صفحہ 430/431ف) ہمارے پاس مولوی محبوب علی کی تصحیح کردہ ناشر حافظ کرم داد کا شائع شدہ، پنجاب الیکٹرک پریس گجرات 1957ء کا ایڈیشن بھی موجود ہے۔ جس میں کتاب کا نام ''ہدایت المومینن'' ہی ہے محکمہ اوقاف آزاد کشمیر نے دوبارہ مولوی محبوب کی نظر ثانی سے 1980ء میں اسے شائع کیا۔

56- Dr. Akhtar Aman Jaffri, Muqala Ghair Matboa Mazkura, 427. Sabt-ul-Hasan "Tadvin-e-No Saif-ul-Malook" "....."

57- Malik Muhammad Jehlumi Marhoom "Bostan-e-Qalandri" Siraj-ul-Mataba Jehlum, 1921.
"Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma) Mian Muhammad Bakhsh Academy, England, May 2008.

58۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب ''تذکرہ مقیمی'' (قلمی) مملوکہ، سید غلام غوث شاہ صاحب، (برگ اول)۔ قلمی نسخہ 335 صفحات پر مشتمل ہے اور 21 ذیقعد 1274 ہجری تک کے واقعات درج ہیں۔

59۔ تذکرہ مقیمی۔ برگ 13-14، 21، حضرت بہاء شیر قلندر بن سید علاء الدین بن فتح الدین بن صدر الدین بن ظہیر الدین بن شمس الدین بن سید مومن بن سید مشتاق بن سید علی بن سد صالح بن عبدالرزاق بن عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔ ملک محمد جہلمی صاحب نے ''بوستانِ قلندری'' میں ''بہاء شیر قلندر'' کی جگہ بہاول شیر قلندر بن سید فتح الدین لکھ دیا، بعد میں آنے والوں نے بلاتحقیق یہی نسب نامہ لکھ دیا۔ بہاء شیر قلندر کی وفات 973 ہجری میں ہوئی۔ حضرت میاں صاحب نے 973ھ عبدالقادر ثانی اور

پرسد چوں سال ''رحلت از دل   محبوب خدا شدہ بفرمود''

سے تاریخ 973 ہجری نکالی ہے۔

سبط الحسن صاحب نے اپنی ''تدوینِ نو'' میں تذکرہ مقیمی کو سید احمد علی کی تذکرہ مقیمی کا دوسرا حصہ قرار دیا ہے اور ڈاکٹر ظہورالدین احمد صاحب کی کتاب ''پاکستان میں فارسی ادب'' کا حوالہ دیا ہے۔ ڈاکٹر ظہور الدین احمد صاحب کا خیال ہے کہ سید احمد علی نے شاہ محمد محکم الدین کی وفات تک کے کوائف درج کیے ہیں جس کا

تکملہ حضرت میاں محمد بخش صاحب کی تذکرہ مقیمی ہے اسے سید احمد علی کی کتاب کا دوسرا حصہ قرار دنیا زیادتی ہے۔ سبط الحسن ''تدوین نو'' صفحہ ا ط۔ ا ی''۔

60- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 21

61- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 22

62- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 22

63۔ حضرت بہاء شیر قلندر صاحب کے بعد آپ کے صاحب زادے سید شاہ محمد نور نے علوم تلقین وارشاد کی گدی سنبھالی اُنہوں نے 988ھ میں وصال فرمایا۔ سید محمد نور صاحب کے تین فرزند تھے، بڑے بیٹے شاہ ابوالمعالی نے اس کام کو آگے بڑھایا اور اکیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت میاں صاحب لکھتے ہیں، تاریخ رحلت ندارم خبر'' (برگ 24) شاہ ابوالمعالی کے بعد آپ کے بڑے بیٹے حضرت شاہ محمد مقیم نے گدی سنبھالی۔ برگ 32-31۔

64۔ تذکرہ مقیمی، برگ 43، شیخ اشرف لاہور کی قبر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''قبرش بیرون قلعہ لاہور است متصل بازار غلہ فروشاں چناں بود''

حضرت شاہ جمال لاہوری اور شاہ محمد مقیم صاحب کے مابین خطوط کے لیے ملاخطہ ہو ''تذکرہ مقیمی'' برگ 30 تا 33۔ حضرت میاں صاحب نے آپ کی تاریخ وصال واقف سِر وھاب شاہ محمد مقیم 1049ھ سے نکالی ہے۔ جب کہ حضرت شاہ محمد امیر صاحب نے 27 جمادی الثانی بروز جمعہ 1101 ہجری وصال کیا۔ آپ نے تاریخ وفات یوں نکالی ہے:

''عارفِ حق بود سید شاہ محمد امیر'' 1101ھ (ایضاً۔ برگ 43)

65- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 43-44

66۔ ایضاً برگ 80 تا 135 تذکرہ کے آغاز میں حضرت میاں صاحب نے ''سیف الملوک'' کا مشہور شعر لکھا ہے۔

''پیر میرا اوہ دمڑی والا پیرا شاہ قلندر
ہر مشکل وچ مدد کردا، دوہاں جہاناں اندر'' (برگ 80)

67۔ ملفوظات حضرت سلطان محمود اعوانی ''مقامات محمود'' مؤلفہ نواب معشوق یار جنگ، جہلم 1964ء، تذکرہ حضرت پیر شاہ غازی صفحہ 43 تا 48۔

68- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 83

69- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 83 to 86

70۔ بشیر مہدی ''پنجاب میں مسلم حکومت کا زوال'' (غیر مطبوعہ مقالہ) شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1978ء

71۔ تذکرہ مقیمی برگ 131 تا 133، آپ کی شہادت کے واقعات درج ہیں حضرت میاں صاحب نے درج ذیل شعر میں آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے

بالہام بمن گفت بر گو باہ
زھے پیرِ مرداں، حق پیر شاہ

ملک محمد جہلمی صاحب نے بوستانِ قلندری میں تاریخ وصال پر لکھا ہوا مذکورہ شعر بھی غلط لکھا ہے۔ ڈاکٹر اختر

امان نے بھی اصل کتاب دیکھے بغیر ''بوستانِ قلندری'' پر اعتماد کرتے ہوئے ''دل بمن گفت برگو باہ'' لکھ دیا جس سے کسی بھی طرح 1163ھ کی تاریخ برآمد نہیں ہوتی۔

72- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 94

73- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 95

74۔ ایضاً برگ 124، حاجی بگا شیر نے قلندر صاحب کے حکم پر تین حج کیے، آپ نے دو شادیاں کیں۔ ایک عفیفہ کا نام خیر بانو جن سے آپ کے تین فرزند ہوئے جبکہ دوسری زوجہ عابدہ سے دولڑکے اور تین یا چار لڑکیاں تھیں۔ آپ کی تاریخ وفات ''تذکرہ'' میں درج نہیں۔ ایضاً برگ 126

75- "Tazkara Muquami" (Urdu Tarjuma), 247

76۔ تذکرہ مقیمی برگ، 304 ''درحکومت سِکھاں کہ پیشہ غارت گردی بسیار بود'' ہر چرن داس چہار گلزار شجاعی، قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، برگ 502ب۔

گنیش داس، ''چہار باغ پنجاب'' مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، برگ 132الف۔

پروفیسر محمد اسلم، سرمایہ عمر (ہیر وارث شاہ کی تاریخی اہمیت) لاہور 1977ء، 99،111

حضرت اُستاد نے گنیش داس کی تاریخ پنجاب'' مخطوطہ برٹش میوزیم لندن کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''سکھ قصبات کو لوٹ کر تباہ کر دیتے اور شہروں کو آگ لگا کر صفحۂ ہستی سے اُن کا نام و نشان تک مٹا دیتے تھے (صفحہ۔111)

Gpta , Hari Ram, "History of the Sikhs" Vol. I, II, III Calcutta, 1939, Studies in the later Mughal History of the Pnjab" Lahore, 1944.

Khushwant Singh, History of the Sikhs vol Ist; Prinction,

77- "Tazkara Muquami" , 356

78۔ حضرت میاں محمد بخش صاحب سیف الملوک، ایڈیشن اول (66۔1865ء) مطبع مصطفائی لاہور اہتمام امیر الدین، اشعار نمبر 463 تا 465 صفحہ 21

79- Sibat-ul-Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, الف ل سے الف ف

80- as above

81- Sibat-ul-Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, 370

82- Sibat-ul-Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, الف ل

83۔ ہماری ناقص رائے میں (1865 تا 2018ء) سیف الملوک کی تدوین کے سفر میں قدیم ترین ایڈیشن کی مطابقت میں مطبوعہ نسخہ مرتبہ محمد شریف صابر سودھی صاحب مرحوم کا ہے (سفر العشق، سیف الملوک، سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی، لاہور، فروری 2002ء) یہ درست ہے کہ مرتب موصوف کو سیف الملوک کا قدیم ترین ایڈیشن نہ مل سکا لیکن انہوں نے مولوی غلام نبی مالک مطبع یونیورسل کی شائع کردہ کاپی ایڈیشن 1286 ہجری کو ہی اول ایڈیشن سمجھا ہے فرماتے ہیں کہ ''ایہ کتاب 450 توں ودھ صفیاں دی ہووے گی کیوں جو ایہدا اتلا صفحہ نمبر 450 اے جیہدے تے کتاب دی چھپائی دا سمپن ایہناں شعراں راہیں درج اے:

''مطبوع ہو چکا، جب تاریخ کا کیا فکر
بلبل طبع کی بولی، ''باغ ارم پہ واہ ہے''
سال انیں کے طبع ہونے کا سنوابے ماہ وش
یک ہزار دو صدو ہشتاد سے اوپر تھے شش''

(چیتا رہوے کہ جناب ضیغم صاحب نے سب توں پرانا نسخہ 1306 ہجری یا 1888ء دالبھیا اے) قدیم ترین چھپی کتاب دے کاتب محمد عالم ساکن کھوڑی، حضرت جان محمد مولوی ساکن لاہور دے شاگرد سن ایہ کتاب مولوی غلام نبی مالک یونیورسل پریس جہلم دی فرمائش تے چھپی''۔صفحہ 523-522)

ہمیں محمد شریف سودھی صاحب سے بصد ادب اختلاف ہے دراصل مذکورہ نسخہ نقل ہے اُس نسخہ کا جو 1286 ہجری میں مطبع مصطفائی لاہور سے شائع ہوا۔ جس کی ایک کاپی انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ بھی ہے اور اسے ہمارے دوست سعید احمد صاحب نے بعینہٖ 2017ء میں راولپنڈی سے شائع کر دیا ہے۔ 1286ھ کا ایڈیشن دراصل اُس پہلے نسخہ کی ہو بہو نقل ہے جو حضرت میاں محمد بخش صاحب نے 65-1864ء میں لاہور میں خود قیام کر کے شائع کروایا۔ بعد میں حضرت مصنف کی اجازت عام دینے کی وجہ سے اسی اولیں ایڈیشن 65-1864 کی کاپی خود مطبع مصطفائی نے کئی مرتبہ شائع کی۔ ان کی دیکھا دیکھی باقی مطبع خانے بھی اس دوڑ میں شامل ہو گئے۔''سیف الملوک'' اپنی تر و تازگی، روحانی خوشبو اور سدا بہار ادبی صفحات کو جونسخہ 1286ہجری کی تاریخ کے نام سے ملا، اُن کے اپنے بیان کے مطابق اس کے آخری صفحہ کا نمبر 450 تھا اس سے ہی ساری حقیقت سامنے آ جاتی ہے۔ 1286ہجری میں شائع شدہ ایڈیشن کے ٹائٹل صفحہ پر ''شریک صحت'' شرف الدین ملک ساکن جہلم (ملک محمد ٹھیکدار جہلم) لکھا ہے۔ ملک محمد صاحب ٹھیکدار سیف الملوک کے ایڈیشن اول کے وقت خود ایک نوجوان طالب علم تھے وہ کیا صحت کرتے اس عظیم کلاسیکی کتاب کی جس کو سمجھنے کے لیے ایک زمانہ درکار ہے۔ غالباً حضرت میاں صاحب کی ملک محمد جہلمی صاحب سے محبت و مروت کے پیش نظر مطبع خانوں نے ملک محمد جہلمی صاحب کا نام استعمال کیا۔ ملک صاحب نے خود لکھا ہے کہ جب حضرت میاں صاحب سے اُن کی پہلی ملاقات ہوئی تو اُن کی عمر 17-16 سال تھی۔ ملک صاحب کی تاریخ پیدائش کا کہیں سے علم نہیں ہو سکا لیکن اُن کا انتقال 28 مئی 1923 کو ہوا (خود نوشت ڈائری سید علی اکبر شاہ صاحب مرید و خلیفہ حضرت میاں صاحب) آپ نے سیف الملوک کے ایڈیشن اول کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی نہ ہی کہیں لکھا ہے کہ وہ لاہور میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ اس کی کتابت و اشاعت کے سلسلہ میں کبھی بھی گئے۔ جن کتابچوں کی انہوں نے حضرت میاں صاحب کے حکم پر کتابت کروائی، اُن کا ذکر سوانح حیات میاں محمد صاحب 1914ء کے سیف الملوک کے ایڈیشن میں کر دیا ہے۔ مصنف خود فرما رہے ہیں کہ لاہور میں قیام کر کے تین ماہ آپ نے کتابت کی نگرانی فرمائی تو پھر یہ نسخہ بطور ایڈیشن اول شائع ہونا کیسے ممکن ہوسکتا ہے۔ اگر یہ پہلا ایڈیشن مان بھی لیا جائے تو لاہور اور جہلم سے بیک وقت 1869 میں دونوں اشاعتیں کیسے ممکن ہوئیں جس میں دونوں کے صفحات بھی مختلف ہوں لیکن مواد اور کتابت ایک جیسی ہو۔

84۔ ڈاکٹر محمد باقر صاحب مرحوم و مغفور سے سلسلہ ملاقات و مراسلت تادم وفات جاری رہی۔ ایم اے تاریخ کے

امتحان کے دوران میرے تحقیقی مقالہ "پنجاب میں مسلم حکومت کا زوال" میں ڈاکٹر صاحب موصوف نے ہی منظوری دی اور اسے بے حد سراہا۔

85- Bashir Mehdi. "Sahib-e-Saif ul Malook ky Asar o Afqaar", Almaaraf, Lhr.

86- Sibat-ul-Hasan, Tadven Saif-ul-Malook, الف۔م

87۔ سیف الملوک میسرز جوت سنگھ پبلشرز لوہاری دروازہ لاہور۔مضمون نگار قادری صاحب نے اسے پہلا ایڈیشن قرار دیا۔اس کے سرورق پر ایک کارٹون نما تصویر بنی ہوئی ہے جس میں حضرت مصنف کو ایک کتاب کسی نامعلوم نواب یا راجہ یا والیٔ ریاست کو پیش کرتے دکھایا گیا۔قادری صاحب کا خیال ہے کہ یہ نامعلوم فلمی کارٹون دراصل نواب بہاولپور محمد صادق صاحب چہارم تھے۔بعض سوانح نگار اسے مہاراجہ جموں وکشمیر سے منسوب کرتے ہیں بعض احباب نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے جب یہ تصویر دیکھی تو لاہور ہائی کورٹ میں پبلشرز کے خلاف مقدمہ کردیا۔حقیقت بات یہ ہے کہ یہ سب محض داستانیں ہیں۔حضرت میاں صاحب ایک تارک دنیا فقیر تھے، اُنہیں کسی دربار سے کیا لینا دینا، آپ نے تو اُن پبلشرز کے خلاف بھی کوئی کاروائی نہیں کی تھی جنھوں نے آپ کی کتاب سے لاکھوں کمائے بھی اور کتاب کی طباعت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔

88۔ "سیف الملوک" مرتبہ، ڈاکٹر محمد باقر، پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور 1963ء، سرورق پر لکھا ہے:

"میاں محمد صاحب دے اپنے کیتے ہوئے نسخے دی نقل"

89۔ نادر علی خان "ہندوستانی پریس 1900-1556، اُتر پردیش اکادمی لکھنو، 1990ء فاضل مصنف لکھتے ہیں کہ "مطبع مصطفائی، محلّہ کشمیری بازار، مالک امیر الدین کتب فروش اجرائے پریس 1865ء" صفحہ 293

تاریخ لاہور کے مصنف کنھیا لال کپور رقمطراز ہیں کہ "لاہور میں اب چھاپے خانے بکثرت ہیں سکھوں کے وقت کوئی چھاپے کے نام سے بھی واقف نہیں تھا۔سب کتابیں قلمی تاجران کتب فروخت کرتے تھے بڑا تاجر لاہور میں محمد بخش صحاف تھا اور اس کے ہاں بہت سے کاتب لکھنے کے لیے موجود رہتے تھے۔ہزاروں روپے کی تجارت ہوتی تھی۔جب انگریزی زمانہ آیا، سب سے پہلے لاہور میں مطبع کوہ نور 1850ء میں منشی ہرسکھ رائے نے جاری کیا۔کنھیا لال کپور نے گیارہ پریس اور مطبع خانوں کا ذکر کیا ہے اس میں دسویں نمبر پر مطبع مصطفائی کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ "اس مطبع کا مالک امیر الدین ککے زئی تھا جو اِسی سال مر گیا ہے۔اس کے بعد مسمی ہیرا اس کا بھانجا مطبع کا کام انجام دیتا ہے۔"

کنھیالال کپور۔تاریخ لاہور، مرتب کلب علی خان فائق، مجلس ترقی ادب لاہور، صفحہ 87۔مولوی فقیر محمد نے مطبع سراج المطابع 1885ء میں اجراء کیا (صفحہ 406)

1865ء میں جب مطبع مصطفائی لاہور میں اجراء ہوا تو حضرت میاں صاحب بھی لاہور تشریف لائے، 1863ء میں کتاب مکمل کرنے کے لیے بعد آپ نے مذکورہ کتاب اپنے مرشد گرامی حضرت سائیں غلام محمد صاحب اور بڑے بھائی بہاول بخش صاحب سے بھی اصلاح لی۔ممکن ہے دیگر ہم عصر شعراء کو بھی مسودہ دکھایا ہو۔1865ء میں اس لازوال مثنوی کو شائع کرنے کا اکرام امیر الدین مالک مطبع مصطفائی کے حصے میں آیا۔یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی اور 1870ء تک مطبع مصطفائی نے اس کو کئی بار شائع کیا۔

90۔ سوانح حضرت میاں محمد بخش صاحب ''سیف الملوک'' ملک غلام نور اینڈ سنز جہلم سن ندارد، صفحہ 501 تا 543

91۔ سیف الملوک ناشر محکمہ اوقاف آزاد جموں و کشمیر؛ طـ1991 دیباچہ مولوی محبوب علی صاحب، صفحہ 2 نظامت اعلی اوقاف نے علی الترتیب 1991,1978,1965 اور 2013 متعدد ایڈیشن سیف الملوک: شائع کروائے۔ 2013 کے ایڈیشن میں ڈاکٹر اختر امان جعفری صاحب نے ''رومی کشمیر حضرت میاں محمد بخش صاحب (احوال و اثار) 32 صفحات پر مشتمل آپ کی سوانح وتعارف کتب کراتے ہوئے سیف الملوک کے پہلے ایڈیشن 1288ھ اور 1884 میں دوسری مرتبہ اشاعت کا ذکر فرمایا ہے یہ نہیں لکھا کہ یہ دونوں ایڈیشن کہاں، کس مطبع سے اور کس پبلشر نے شائع کئے (صفحہ 21)

92۔ دیکھیئے ہماری زیر طبع کتاب ''سیف الملوک کے مشکل مقامات''

93۔ سیف الملوک، ترتیب، سیف الملوک، عزیز پبلشرز لاہور 1984؛ سودھی محمد شریف صابر، سفرالعشق، سیف الملوک، اجمل حسین میموریل سوسائٹی، لاہور، فروری 2002؛ چودھری محمد اسمعیل چیچی، سفرالعشق سیف الملوک، تصیح شدہ نسخہ مع اعراب و فرہنگ، پنجاب انسٹیٹیوٹ آف لینگوئج، آرٹ اینڈ کلچر محکمہ اطلاعات و ثقافت، حکومت پنجاب، 2018؛ یاد رہے کہ راقم الحروف نے برطانوی ہندوستان کے عموماً اور پاکستان بننے کے بعد خصوصاً تقریباً ہر مطبوعہ سیف الملوک کا مطالعہ کیا ہے ان میں تراجم بھی ہیں اور انتخاب سیف الملوک بھی؛ تراجم میں بطور مثال دو دانشوروں کا ذکر عام کیا جاتا ہے اولاً سرور مجاز ہیں (سدا نہ صحبت یاران، فنون پبلشرز لاہور، 1980) اور ثانیاً ضمیر جعفری (من میلہ، لوک ورثے کا قومی ادارہ، اسلام آباد، مئی 1980) سرور مجاز اور ضمیر جعفری دونوں نے حضرت میاں صاحب کے لفظ ''گھٹ'' کا ترجمہ ''کم'' کیا ہے جبکہ حضرت میاں صاحب کا گھٹ سے مراد ''وجود'' ہے

''سدا سکھالے اوہو بھائی، عشق جیہناں گھٹ آیا
مرہم پھٹ اوہناں دے بھانے ہکو جیہا سکھایا''

سرور مجاز صاحب ترجمہ فرماتے:

''سکھ میں رہیں سدا وہ بھائی جن کو عشق نہ لاگے
زخم اور مرہم ایک جیسے ہیں نادیدوں کے آگے''

جبکہ ضمیر جعفری صاحب کا ترجمہ ہے:

''سدا سکھی وہ لوگ جو حصہ عشق سے کم کم پائیں
مرہم تو مرہم ہے اُن کو زخم بھی راس آ جائیں''

حضور میاں صاحب کے ایک اور شعر کو ضمیر جعفری صاحب نے یوں نقل فرمایا۔

''کر کر یاد (سجن نوں کھاندے، بھن بھن جگر نوالے
سربت وانگ پیارے ہتھوں، پیٹون زہر پیالے''

ضمیر جعفری صاحب لکھتے ہیں:

''یاد کریں محبوب کو پل پل قاش جگر کے
سربت سمجھ کے پی جاتے ہیں زہر پیالے بھر کے''

اصل پنجابی شعر میں بھن بھن جگر نوالے ہے،جعفری صاحب نے بھن بھن کو پل پل ترجمہ کر دیا
سرور مجاز صاحب نے لوک فنکاروں کے من گھڑت اشعار کو سیف الملوک کے خدا جانے کون سے نسخہ سے نقل کر دیا۔مثلاً

1۔ آئی جان شکنجے اندر جوں بیلن میں گنا
ایسے میں گر روک لے اس کو پھر میں مانوں گنا
2۔ مسجد ڈھا دے، مندر ڈھا دے جو چاہے تو ڈھا دے
توڑ نہ ہرگز دل لوگوں کا، دل میں خالق جاگے

یہی حال باقی دانشوروں کا ہے جنہوں نے ''سیف الملوک'' کے تراجم معانی اور فرہنگ لکھے ہیں۔

94- Iqbal Slahudin(Muratb). Saif ul Malook, ک سے ق

95- Muhammad Sharif Sabir(Muratb). Saif ul Malook, 520-521

96۔ ایضاً،صفحہ 524-522 یہی خیال ہمارے دوست پروفیسر سعید احمد صاحب کا ہے کہ ''سیف الملوک'' کے شائع ہونے تک کتابت وغیرہ کے مراحل سے گزرنے میں چھ برس لگے'' پروفیسر سعید احمد صاحب سے بجا طور پر سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر چھ سال کے طویل عرصہ میں کتابت ہوتی رہی تو لامحالہ ایک ایک لفظ میاں صاحب نے خود دیکھا ہوگا پھر 1869ء کا نسخہ من و من تسلیم کر لیا جانا چاہیے اس پر تحقیق مزید کی ضرورت کیا ہے؟ اس میں برتے گئے الفاظ اپنی طرف سے تبدیل کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہو۔کتابت کی اغلاط کا امکان مانا جا سکتا ہے وہ بھی ہماری رائے میں پورے نسخے ہیں گنتی کے چند مقام پر ہے جس کی نشان دہی 1865 کے ایڈٹ شدہ نسخے میں ہمارے شیخ محترم سید محمد محمود شاہ صاحب نے خود کر دی ہے۔

97۔ چودھری محمد اسمعیل چیچی،تحقیق و تدوین،سیف الملوک،صفحہ 33-32 آپ نے گروپ ''الف'' میں پانچ شیخ سراج الدین تا شیخ برکت علی اینڈ سنز لاہور 1936ء اور گروپ ب میں مولوی غلام نبی مالک یونیورسل پریس جہلم 1898 تا انور مسعود، 2009 کو منتخب کیا ہے اور کسی پر بھی اعتماد نہیں کیا۔

98- As Above. 26

99- As Above. 27-28

100- As Above. 28-29

101- As Above. 29

102- As Above. 32

103- As Above. 36-37

104- As Above. 37-38

105- As Above. 40

106- As Above. 41-68

107- As Above. 69-80

چودھری صاحب نے اپنی تدوین وتحقیق میں سیف الملوک کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے آغاز سے بھی اشعار

کے الفاظ کو من چاہے الفاظ میں بدل دیا ہے جن کی تشریح کے لیے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔ چودھری صاحب نے حضرت میاں صاحب کے عنوانات کا تو پنجابی میں ترجمہ کر دیا ہے اور وہ بھی یا تو نا مکمل ہے یا بالکل غلط اور خود آنجناب نے پنجابی کے معانی اُردو زبان میں دیئے ہیں اسی طرح سیف الملوک کے مشکل مقامات کو مزید الجھا دیا ہے۔ مثلاً شعر نمبر 472 (یہ شعری ترتیب بھی چودھری صاحب کی ہے) ''روگ نہ رنڈی ورنوں'' کو ''روگ نہ رنڈے ور'' پڑھ کر اس کا اردو معانی رنڈے ور بمعنی ''فرد واحد'' لیا ہے حالانکہ حضرت میاں صاحب نے ''رنڈی ور'' لکھا ہے کیونکہ رنڈی یا بیوہ عورت کو کسی ور یا رشتہ کی تلاش کا نہ تو روگ ہوتا ہے نہ ضرورت چودھری صاحب کو بے شمار مقامات پر خود لفظ سمجھ نہیں آئے یا آپ نے غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی ایسے تمام مقامات پر انہوں نے اشعار کو اپنی سمجھ کے مطابق درست فرما دیا ہے، مثلاً شعر نمبر 4166 پورا ہی تبدیل فرما دیا ہے شعر یوں ہے:

نین کٹاراں پہواں کماناں نک خنجر بے دستے
نال سیاں دے کھوہ گیاں دے کوٹھی ملن رستے

جبکہ چودھری صاحب لکھتے ہیں:

''بھواں کماناں نک جیوں خنجر سوہنے نین کٹاراں
رل مل سیاں، پیلاں پاون ہو ہو صدقے واراں''

ایسے بے شمار مقامات کو پڑھ کر بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ ''تدوین وتحقیق سیف الملوک'' کے نام پر اس شاہکار کتاب کی بدترین تحریف ہے۔

108- Saif-ul-Malook, Edition Awal, 192, 370

109۔ سبط الحسن ضیغم، تدوین ملاحظہ ہو دیباچہ

پروفیسر سعید احمد صاحب، سیف الملوک عکسی ایڈیشن 1286 ہجری، تعارف کتاب، صفحہ اول۔ نیز دیکھیں پروفیسر صاحب کا کتابچہ حضرت میاں محمد بخش ایک تعارف، حصہ اول، آس امید پبلی کیشنز، روالپنڈی، سن ندارد، صفحہ 22۔

110- Mian Muhammad Bakhsh- Saif-ul-Malook, Edition 1869, India Office Library London, No.VT.1497

J.F. Blumhardt, Catalogue of the Library of India office, Vol II part III London, 1902, page-25

اس ایڈیشن کو پہلا ایڈیشن اس لئے بھی قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ حسب فرمائش میاں شرف الدین ذیلدار ساکن موضع لوہرا اور ملک (محمد جہلمی) کو پبلشرز قرار دیتا ہے۔ ملک صاحب صرف 16-17 سال کے تھے جب ہمراہ والد صاحب کے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت سیف الملوک شائع ہو چکی ہو گی۔ حضرت میاں صاحب نے خود اسے 33 برس کی عمر میں مکمل کیا وہ اس کتاب کی صحت میں کسی نوجوان بچے کو کیونکر شامل فرماتے، میاں شرف الدین جہلم کے قریب بیلہ کے رہائشی تھے او حضرت میاں صاحب کے خادم تھے۔ ملک محمد صاحب مزید رقمطراز ہیں کہ جب اُن کی ملاقات حضرت میاں

صاحب سے ہوئی وہ نادان عمر کے تھے اور میاں فضل صاحب سے گلستان پڑھتے تھے۔ اگر یہ دو حضرات شریکِ صحت رہے ہوتے تو 1869 کے ایڈیشن میں جن اشعار کو حضرت میاں صاحب نے حاشیہ میں لکھا تھا وہ اپنے مقام پر لکھ دیتے نیز صفحہ نمبر 3 پر "بنام حضرت سرکار پیر پیرا شاہ غازی" کا اضافہ ثابت کرتا ہے کہ یہ ایڈیشن بہت بعد کا ہے۔ 1865 کے ایڈیشن یا مابعد تمام ایڈیشنز میں یہ عنوان نظر نہیں آیا۔ سیف الملوک 1903، 1905، 1909، 1910 اور 1918 کے ایڈیشن انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہیں اور راقم الحروف ان سے استفادہ کر چکا ہے۔ ان تمام ایڈیشنز پر ملک محمد صاحب کا نام نامی کسی نہ کسی شکل میں نظر آتا ہے۔ 1903, 1905 اور 1914 کے ایڈیشنز میں حضرت میاں صاحب کی سوانح آخر کتاب میں موجود ہے۔ 1903 کا ایڈیشن رائے صاحب منشی گلاب سنگھ تاجران لاہور نے مفید عام پریس سے شائع کیا۔ اس کے 372 صفحات ہیں اور قطعۂ تاریخ سیف الملوک منشی کریم صاحب نے "نغمۂ عندلیب" کے نام سے لکھی ہے۔ 1905 کا ایڈیشن مطبع سراج المطابع جہلم سے شائع ہوا۔ اس کے کل 452 صفحات ہیں صفحہ 447 پر فقیر محمد صاحب مالک سراج الاخبار کا نوٹ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اولا یہ کتاب شائع ہوئی تو مصنف نے فیض عام کی خاطر چھاپنے کی اجازت عام دے دی جس سے بے شمار مرتبہ چھپ کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوئی لیکن اہل مطابع نے کتاب کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ چنانچہ 1898 میں مصنف نے یونیورسل پریس جہلم کو کتاب کو بشرط عمدگی چھپائی کے وعدہ پر رجسٹری کرا دی۔ لیکن یہ چھپائی کاغذ اور گندی کتابت پر مصنف نے کتاب مستقل فقیر محمد صاحب کو رجسٹری کرا دی۔ میاں صاحب نے ہر ایک کاپی کی صحت اور مقابلہ کا خود زمہ لیا۔ جو کاپی لکھی جاتی وہ مقابلہ وصحت کے لیے میاں صاحب کے پاس بھیجی جاتی میاں صاحب فرصت کے وقت بڑے غور سے اُسے پڑھتے اور جہاں کسی کوئی غلطی کتابت کی پاتے پنسل سے نشان فرما دیتے تھے جب کتاب چھپی تو میاں "صاحب نے بہت پسند فرمائی" (صفحہ 448)۔

اس مذکورہ ایڈیشن کے صفحہ 1-450 پر ملک محمد صاحب کی تقریظ طبع زاد موجود ہے جبکہ ایڈیشن 10-1909 کے صفحہ 460 مذکورہ نوٹ فقیر محمد صاحب کا مندرج ہے۔ صفحہ 445 تا 448 ملک محمد صاحب نے حضرت میاں صاحب کی سوانح عمری لکھی ہے اور 57-456 پر ایک مرثیہ بھی لکھا ہے تاریخ کتاب 1909/1327ھ بھی ملک صاحب نے ہی لکھی ہے۔ صفحہ 454 پر رقمطراز ہیں کہ ایک دفعہ خاکسار کو (میاں صاحب نے) تحفہ رسولیہ اور تحفہ میراں طبع کرانے لاہور بھیجا" اس سے مترشح ہوتا ہے کہ اگر 1286ھ 70-1869 کے ایڈیشن میں آپ لاہور جاتے یا اُس کی صحت میں حصہ لیتے تو خود ہی لکھ دیتے حالانکہ خود لکھتے ہیں کہ 18 ربیع الاول 1296 ہجری مطابق 1879ء خط حضرت میاں صاحب نے ملک صاحب کو لکھا تھا گویا اُس وقت یقیناً ملک محمد جہلمی صاحب جوان ہو چکے تھے۔ سیف الملوک 1914ء ایڈیشن میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب نے اُنہیں لاہور میں کتاب تحفۂ میراں وشیریں فرہاد طبع کرانے بھیجا جہاں انہیں 4 ماہ رکنا پڑا (صفحہ 477) تحفہ میراں کا یہ ایڈیشن اول انڈیا آفس لائبریری میں موجود ہے (No.VT-1809T ف)

یہ ایڈیشن اول 1296 ہجری مطابق 1879ء امیر الدین مطبع مصطفائی لاہور سے شائع ہوا۔ اس پر مصنف کا نام میاں صاحب درج ہے اور ملک محمد جہلمی نے اپنا نام ملک ساکن جہلم شاگرد مصنف لکھا ہے (تحفہ میراں ایڈیشن اول مطبع مصطفائی لاہور 1879، صفحہ 69) یہ کتاب جو 58-1857 میں مکمل ہوئی تھی اس کو 1879 سے پہلے شائع نہیں کیا جا سکا کتاب کے آخر میں تقریظ ملک محمد صاحب نے لکھی ہے اور خود کو حضرت صاحب کا شاگرد لکھا ہے۔ اگر ملک محمد صاحب کسی بھی وقت سیف الملوک کے شریک صحت رہے ہوتے تو جو اڈیشنز اُن کے زیر نگرانی چھپے وہ تو کم از کم ایڈیشن اول کے مطابق ہوتے 1286 ہجری کے چھاپہ شدہ ایڈیشن کے اگر وہ شریک صحت رہے تھے تو جو ایڈیشن آپ نے بعد میں چھپوائے وہ کیوں مختلف ہیں۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ 1865 تا 1870 ملک صاحب کسی بھی سیف الملوک کے ایڈیشن کے نہ تو پبلشر تھے نہ ہی شریک صحت۔

111۔ سوانح عمری حضرت میاں محمد بخش صاحب ایڈیشن 1914، صفحہ 510 ایڈیشن 1905 تا 1914 کا اگر مطالعہ کیا جائے تو حیران کن بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ملک محمد صاحب نے نسخہ اول 1865 تا مابعد کہیں بھی اپنے مرشد مصنف حضرت میاں صاحب کے الفاظ کی پیروی کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ نہ ہی انہوں نے اُس حاشیہ کا اِلتزام کیا جو مصنف نے خود اپنے قلم سے کئی مقامات پر کتابت کرواتے وقت اضافہ فرمائے یا لکھوائے اور نہ ہی خود ملک صاحب نے کہیں اشعار کی تشریح کرنے کی سعی کی۔

112۔ ملک محمد صاحب نے آغاز کتاب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کیا ہے جبکہ دوسرا عنوان سرے سے خذف کر دیا ہے۔ سیف الملوک ایڈیشن 1914، صفحہ 1-2،

113۔ ایضاً صفحہ 13، دیکھیں ایڈیشن اول صفحہ 12، ایڈیشن 1869، صفحہ 12 یہ ہی حال سیف الملوک مطبوعہ یونیورسل پریس جہلم 1898 کا ہے صفحہ 15، اگلے شعر میں 'سل خوشابی' کو 'سبل خوشابی' لکھا ہے۔

114۔ چودھری اسمٰعیل چیچی، سیف الملوک، صفحہ 106 ہٹے بمعنی تھک جانا، شعر نمبر 1016۔

115۔ ایڈیشن اول 1865۔ صفحہ 68 شعر 1415 تا 1422 اسی طرح شعر 1450 تا 1453 کو مصنف نے ''مناہے'' کے عنوان سے لکھا ہے صفحہ 61۔

116۔ ایضاً، 64۔

117۔ ایضاً، شعر نمبر 1686۔ ایڈیشن اول میں مصنف نے پنجابی الفاظ کی تشریح فارسی زبان میں کی ہے۔ یہ ہی ذمہ داری اگر ملک محمد صاحب شاگرد و مرید حضرت مصنف نے خوش اسلوبی سے نبھائی ہوتی تو سیف الملوک جیسی کلاسیکل ادبی کتاب کا وہ حال نہ ہوتا جو تدوین وتحقیق مزید کی آڑ میں موجودہ دور کے بزعم خویش اسکالرز نے کیا۔